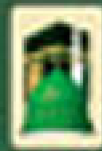
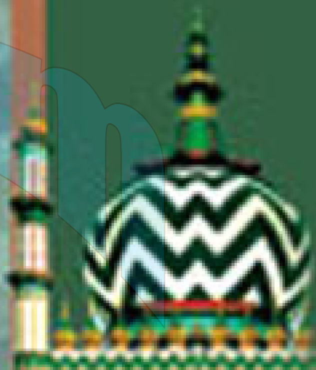
دار الافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی) کے چند منتخب فتاویٰ



فتاویٰ اہلسنت

(آٹھواں حصہ)



پیشکش: مجلس دار الافتاء (دعوت اسلامی)

مکتبۃ المدینہ

SC1288

فیضانِ مدینہ محلہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ کراچی پاکستان

فون: 4921389-93/4120999 فیکس: 4125858

دارُالافتاء اہلسنّت (دعوتِ اسلامی) کے چند منتخب فتاوٰی

فتاوٰی اَہلسنّت

(آٹھواں حصہ)

پیش کش

مجلس دارُالافتاء (دعوتِ اسلامی)

ناشر

مکتبۃُ المدینہ بابُ المدینہ کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم ط

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ عَلَیۡکَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ

نام: **فتاوٰی اہلسنّت** (آٹھواں حصہ)

پیش کش: مجلس دارُالافتاء (دعوتِ اسلامی)

سِنِ طَباعت: جُمَادَی الاُولٰی ۱۴۲۹ھ، جون 2008ء

قیمت:

ناشِر: مَکتَبَۃُ الْمَدِینہ بابُ المدینہ (کراچی)

مکتبۃ المدینہ کی مختلف شاخیں

مکتبۃ المدینہ شہید مسجد کھارادر باب المدینہ کراچی

مکتبۃ المدینہ دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ مرکز الاولیاء لاہور

مکتبۃ المدینہ اصغر مال روڈ نزد عیدگاہ، راولپنڈی

مکتبۃ المدینہ امین پور بازار، سردارآباد (فیصل آباد)

مکتبۃ المدینہ نزد پیپل والی مسجد اندرون بوہڑ گیٹ مدینۃ الاولیاء ملتان

مکتبۃ المدینہ چھوٹکی گھٹّی، حیدرآباد

مکتبۃ المدینہ چوک شہیداں میر پور (کشمیر)

E.mail.maktaba@dawateislami.net

www.dawateislami.net

Ph:4921389-90-91 Ext:1268

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

”علم نور ہے“ کے 8 حُروف کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی

”8 نیّتیں“

فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم: **نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ** o مسلمان کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث: ۵۹۴۲، ج۶، ص۱۸۵)

دو مَدَنی پھول: ﴿۱﴾ بِغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔
﴿۲﴾ جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

﴿۱﴾ ہر بار حَمد و صلوٰۃ اور ﴿۲﴾ تعوُّذ و تَسمِیہ سے آغاز کروں گا۔ (اسی صفحہ پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے ان دونوں نیّتوں پر عمل ہوجائے گا)۔ ﴿۳﴾ حتَّی الْوَسْعْ اِس کا باوُضُو اور ﴿۴﴾ قِبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا ﴿۵﴾ جہاں جہاں ”اللّٰہ“ کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور ﴿۶﴾ جہاں جہاں ”سرکار“ کا اِسمِ مبارَک آئے گا وہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پڑھوں گا۔ ﴿۷﴾ اس کتاب میں بیان کردہ شرعی مسائل یاد رکھنے اور اس پر عمل کی کوشش کروں گا ﴿۸﴾ دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (ان شاء اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ)

> اچھی اچھی **نیّتوں** سے متعلق رہنمائی کیلئے، **امیرِ اہلسنّت** دامت بَرَکاتُہُمُ العالیہ کا سنّتوں بھرا بیان **”نیّت کا پھل“** اور نیتوں سے متعلق آپ کے مُرتّب کردہ **کارڈ** اور **پمفلٹ** **مکتبۃ المدینہ** کی کسی بھی شاخ سے ھدیّۃً طلب فرمائیے۔

فتاوٰی اَہلِسُنّت

آپ اس کتاب کو اوّل تا آخر پڑھ لیجئے ان شاء اللّٰه عَزَّوَجَلَّ معلومات کا بیش بہا خزینہ ہاتھ آئے گا۔

دُرُودِ پاك کی فَضیلت

اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ تقرُّب نشان ہے: "**بروزِ قیامت لوگوں میں میرے قریب تر وہ ہوگا، جس نے دُنیا میں مجھ پر زیادہ دُرُودِ پاک پڑھے ہونگے۔**" (جامع الترمذي، أبواب الوتر، الحديث ٤٨٤، ج ٢، ص ٢٧)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰهُ تعالٰی علٰی محمَّد

پہلے اسے پڑھ لیجئے

تمام خوبیاں **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کو شایاں اور بے شمار دُرُود سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پر کہ آپ کا دامنِ کرم ہمارے ہاتھوں میں آیا۔ **اللّٰه** تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے بعض کو اپنا قربِ خاص عطا فرمایا اور ان کے ذریعے اپنے دینِ متین کی خدمت کا کام لیا۔ انہی خاص بندوں میں سے شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت عاشقِ اعلیٰ حضرت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطار** قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ کی ذاتِ گرامی بھی ہے۔ **اللّٰه** تبارک وتعالیٰ نے آپ دامت برکاتہم العالیہ کو اصلاحِ امت کے **جذبہ** سے سرشار فرمایا ہے۔ اسی جذبۂ اِصلاحِ اُمت اور خدمتِ دین کی بدولت آپ دامت برکاتہم العالیہ نے سنتوں کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **دعوتِ اسلامی** کی بنیاد رکھی جس کے مدنی ماحول کی بدولت لاکھوں مسلمانوں کی اِصلاح کا سامان ہوا۔

دعوتِ اسلامی کے تحت تادمِ تحریر خدمتِ دین کے کم وبیش **پینتیس (35)** سے زائد

شعبہ جات میں **مدنی کام** روز افزوں ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔انہی شعبہ جات میں ایک اہم ترین شعبہ **دارُالافتاء اہلسنّت** بھی ہے۔ **الحمد للہ** عَزَّوَجَلَّ **ملک بھر** میں **مختلف مقامات** پر دارالافتاء اہلسنّت قائم ہیں جہاں **دعوتِ اسلامی** سے وابستہ **مفتیانِ کرام** اور **علماءِ اہلسنّت** مسلمانوں کی شرعی رہنمائی کرنے میں مصروف عمل ہیں ۔ ماہانہ کم وبیش دو ہزار (2000) **فتاوٰی جات** (جن میں انٹرنیٹ پر جاری ہونے والے فتاوی بھی شامل ہیں) دارالافتاء سے جاری کیے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ ہزار ہا اسلامی بھائی ٹیلیفون کے ذریعے نیز بالمشافہ اپنے درپیش مسائل کا حل پاتے اور اپنے معاملات کو شریعت مطہرہ کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔شیخ طریقت امیر اہلسنّت بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطار** قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ کی نظرِ عنایت سے اب تک کم وبیش تریسٹھ ہزار (63,000) سے زائد فتاوی جات جاری کیے جاچکے ہیں۔ **الحمد للہ** عَزَّوَجَلَّ اس شعبہ میں مزید ترقی کا سفر ابھی جاری ہے۔

اُمت کی خیر خواہی کے جذبے کے تحت اس سے قبل بھی **مکتبۃ المدینہ** دارالافتاء اہلسنّت سے جاری فتاوی میں سے **منتخب فتاوٰی** کو **7 رسائل** کی صورت میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر چکا ہے،اب اس سلسلے کی ایک اور کڑی بھی پیش خدمت ہے جس میں مختلف عنوانات پر مشتمل 25 فتاوٰی شامل ہیں۔اللہ تبارک وتعالی ہمیں **دعوت اسلامی** کے مدنی ماحول سے وابستہ رہتے ہوئے اپنی دنیا وآخرت بہتر بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم

مجلسِ افتاء (دعوتِ اسلامی)

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ مطابق 4 جون 2008ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ۷۸۶ ۹۲ وعلی الک و اصحبک یا حبیب اللہ

دار الافتاء اہلسنت

ٹرسٹ رجسٹرڈ

جامع مسجد کنزالایمان ، بابری چوک ، گرومندر ، کراچی ۔ 74800 پاکستان
E-Mail :ahlaysunnat@hotmail.com **&** ahlaysunnat@yahoo.com -**Fax** 4855174
Phone: 4855174-4911779-2059968

فتوی نمبر(1)

کیا بیعت ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ کیا بیعت ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بیعت کرنے کا احادیث میں ذکر آیا ہے اسی طرح قرآنِ پاک میں بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دستِ مبارک پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بیعت ہونے کا ذکر آیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ کسی نیک صالح جامع شرائط مسلمان کے ہاتھ پر بیعت ہونا جائز بلکہ سنت ہے۔سب سے پہلے ہم آیات قرآنیہ اس کے بعد احادیث طیبہ سے بیعت کا ثبوت پیش کریں گے۔اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ۚ (پارہ۲۶،سورۃ الفتح،آیت۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں اس بیعت سے مراد بیعتِ رضوان ہے جو حدیبیہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے تمام مہاجرین وانصار سے لی تھی اور یہ بیعت جہاد پر تھی نہ کہ اسلام پر، اس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم خصوصاً بیعت رضوان والے بڑی ہی شان والے تھے ان کی تعداد چودہ سو ہے، (اقول: بعض روایات میں پندرہ سو یا اٹھارہ سو بھی ہے) دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو وہ قربِ الٰہی حاصل ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے بیعت رب عَزَّوَجَلَّ سے بیعت ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا ہاتھ رب جل شانہ کا ہاتھ ہے، تیسرے یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی شان والے ہیں کہ یہ بیعت انہیں کی وجہ سے ہوئی، چوتھے یہ کہ بزرگوں کے ہاتھ پر بیعت سنت صحابہ ہے خواہ بیعتِ اسلام ہو یا بیعتِ تقوی یا بیعتِ توبہ یا بیعت اعمال وغیرہ، پانچویں یہ کہ بیعت کے وقت مصافحہ بھی سنت ہے مگر مردوں کیلئے، عورت کو کلام سے بیعت کیا جاوے۔"

(نور العرفان، حاشیۃ آیت مذکور)

اسلام میں بیعت کا اطلاق دو چیزوں پر کیا جاتا ہے ایک بیعت علی الامارۃ یعنی خلیفہ یا امیر کی بیعت دوسری بیعتِ استرشاد یعنی کسی مردِ صالح یا مرشد کی بیعت کرنا۔ بیعتِ امارت کا تصور اس حدیث سے واضح ہوجاتا ہے۔ امام مسلم نے طویل حدیث نقل کی جس میں یہ الفاظ بھی ہیں: "ومن با یع اماما فاعطاہ صفقۃ یدہ و ثمرہ قلبہ فیطعہ ان استطاع

ترجمہ: "فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے جس شخص نے کسی امام سے بیعت کی اس کے ہاتھ

پر ہاتھ رکھا اور دل سے اس کے ساتھ ہو اوہ بقدر استطاعت اس کی اطاعت کرے۔"

(صحیح مسلم، الحدیث ۱۸۴۴، ص ۱۰۲۶، دار ابن حزم بیروت)

اور بیعتِ استرشاد کا تصور جو آجکل معمول ہے اس آیت سے واضح ہوتا ہے۔ اللہ جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (پارہ 6، سورۃ المائدۃ، آیت ۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اسکی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

ایمان، اعمال صالحہ، فرائض کی ادائیگی، اتباع سنت اور محرمات اور مکروہات سے بچنا یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں اور جس مردِ صالح اور مرشدِ کامل کے ہاتھ پر بیعت کرکے ایک مسلمان گناہوں سے بچنے اور نیک کام کرنے کا ارادہ وعہد کرتا ہے جو اس کو مسلسل نیکی کی تلقین کرتا ہے اور اسکی روحانی تربیت کرتا ہے اس شیخ و مرشد کامل کا وسیلہ ہے اور قربِ الٰہی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی اپنی کتاب "قولِ جمیل" میں اس آیت وسیلہ سے مراد بیعت مرشد لیا ہے۔

اسی طرح احادیث میں بیعت کا ذکر آیا ہے اور یہ بیعت مختلف چیزوں پر ہوا کرتی تھی۔ کبھی تقویٰ پر کبھی اطاعت پر کبھی خیر پر تو کبھی تنگی پر تو کبھی آسانی پر اور کبھی غیر معصیت والے کاموں پر امیر کی اطاعت پر بیعت ہوا کرتی تھی اسی طرح دیگر کاموں پر بھی صحابہ کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے بیعت ہونا ثابت ہے جیسے جہاد۔

امام مسلم اپنی صحیح میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: " قال بایعنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم علی السمع والطاعۃ فی العسر والیسر والمنشط و المکرہ وعلی اثرہ علینا وعلی ان لاننازع

الامراھلہ وعلی ان نقول بالحق اینما کنا لانخاف فی اللہ لومۃلائم
''ترجمہ: عبداللہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے مشکل اور آسانی میں اور خوشی اور ناخوشی میں اور خود پر ترجیح دیئے جانے کی صورت میں، سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی اور اس پر بیعت کی کہ ہم کسی سے اس کے اقتدار کے خلاف جنگ نہیں کریں گے اور ہم جہاں کہیں بھی ہوں حق کے سوا کچھ نہیں کہیں گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

(صحیح مسلم، الحدیث ۱۸۰۸، ص ۱۰۲۴، دارابن حزم بیروت)

اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے اس بات پر بیعت لی تھی کہ تم خدا عزوجل کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے زنا نہیں کرو گے کسی کو ناحق قتل نہیں کرو گے وغیرہ۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں: ''عن عبادۃ ابن الصامت قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فی مجلس فقال تبایعونی علی ان لاتشرکوا باللہ شیأ ولا تزنوا ولا تسرفوا ولاتقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق فمن وفی منکم فاَجُرہ علی اللہ ومن اصاب شیأً فعوقب بہ فھو کفارۃ لہ ومن اصاب شیأً من ذالک فسترہ اللہ علیہ فامُرہ الی اللہ اِن شاء عفا عنہ وان شاء عذَّبہ'' ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ایک مجلس میں تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تم لوگ مجھ سے اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے، اور زنا نہیں کرو گے، اور چوری نہیں کرو گے، اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے قتل کرنا حرام کردیا ہے اس کو بے گناہ قتل نہیں کرو گے، تم میں سے جس شخص نے اس عہد کو پورا کیا اس کا اجر اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ہے اور جس نے ان

محرمات میں کسی کا ارتکاب کیا اور اس کو سزا دے دی گئی وہ اس کا کفارہ ہے، اور جس نے ان میں سے کسی حرام کام کو کیا اور اللہ عزَّوَجلَّ نے اس کا پردہ رکھا تو اس کا معاملہ اللہ عزَّوَجلَّ کی طرف مفوض ہے، اگر وہ چاہے تو اس کو معاف کردے اور اگر چاہے تو اس کو عذاب دے۔''

(صحیح مسلم، الحدیث ۱۷۰۹، ص ۹۳۹، دار ابن حزم بیروت)

اسی طرح امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ علامہ قرطبی نے بیان کیا ہے کہ: ''جب مکہ میں لیلۃ العقبہ کو ستر (۷۰) صحابہ کرام علیہم الرضوان نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے بیعت کی تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ اپنے رب عزَّوَجلَّ کیلئے اور اپنے نفس کیلئے ہم سے جو شرط چاہیں منوالیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تیرے رب کیلئے یہ شرط ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور میرے لیے یہ شرط ہے کہ تم اپنی جانوں اور مالوں کو جن چیزوں سے باز رکھتے ہو ان سے مجھ کو بھی باز رکھنا (یعنی جس طرح اپنی جانوں اور مالوں کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح میری حفاظت کرنا) تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جب ہم ایسا کرلیں تو ہمیں کیا صلہ ملے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ''جنت'' تو صحابہ نے عرض کیا یہ تو منفعت بخش یعنی نفع مند بیعت ہے، ہم اس بیعت کو توڑیں گے نہ توڑنے کا مطالبہ کریں گے اس موقع پر آیت نازل ہوئی، اللہ عزَّوَجلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ

(پارہ ۱۱، التوبۃ، آیت ۱۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔

اس طرح اور بہت سے مختلف امور پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بیعتیں لیں۔ الغرض بیعت ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ عزّوجلّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبـــــــــــــہ

ابو الصالح محمد قاسم القادری

21رجب المرجب 1428ھ /06اگست 2007ء

فتوی نمبر (2)

آقا علیہ الصلاۃ والسلام بے شک تمام پیروں کے پیر ہیں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پیر ومرشد صرف اور صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہیں اور وہی سب سے بہتر ہیں اس کے علاوہ باقی سب بدعت ہے؟ سائل: حسن رضا (سبی بلوچستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ہمارے آقا علیہ الصلاۃ والسلام بے شک تمام پیروں کے پیر اور تمام رہنماؤں کے رہنما کہ اللہ تبارک وتعالی کی بارگاہ کی طرف رہنمائی فرمانے والے اور اللہ کی بارگاہ اقدس میں پہنچانے والے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد پاک ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (پارہ6،سورۃ المائدۃ،آیت ۳۵) ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اسکی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

حالانکہ اللہ تبارک وتعالی اپنے بندوں کو کافی ہے وہ اگر چاہے تو تمام کام خود بخود ہوتے رہیں لیکن

قانونِ قدرت ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے مختلف کام مختلف ہستیوں کے ذمے لگائے ہیں جیسا کہ بعض فرشتے بارش برسانے پر معمور ہیں بعض رزق پہنچانے پر، بعض ماں کے پیٹ میں بچہ کی صورت بنانے پر، بعض اعمال لکھنے پر، اسی طرح بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا جنھوں نے کفر وشرک کی گمراہیوں میں پھنسے ہوئے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا انہیں ان کے مالک حقیقی سے ملایا تو گویا یہ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالی کی بارگاہ میں پہنچنے کا وسیلہ ہیں اور ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سب سے اعلیٰ وسیلہ ہیں تو جس طرح آقا علیہ الصلاۃ والسلام اللہ کی بارگاہ کی طرف وسیلہ ہیں اسی طرح سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں وسیلہ علماء واولیاء کرام ہیں۔ لہذا مذکورہ جملہ کہنے والے شریعت سے ناواقف ہیں ان کے اس طرح کہنے سے صحابہ کرام ائمہ دین ومشائخ کرام سب کا بدعتی ہونا ثابت ہوتا ہے کہ تمام حضرات اپنے اوپر والوں سے رہنمائی لیتے رہے۔اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ میزان الشریعہ کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں کہ: ''اگر بالفرض اہل زمانہ (لوگ) اپنے سے اوپر والے زمانے سے تجاوز کرجائیں کہ جو ان سے پہلے تھے تو ان کا شارع علیہ الصلاۃ والسلام کو ملنا منقطع ہو جائے گا۔'' آگے چل کر لکھتے ہیں: ''یوں اللہ عزَّوَجلَّ اپنے بندوں کو بس (یعنی کافی) تھا: قال اللہ تعالی

اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ ط — کیا خدا اپنے بندوں کو کافی نہیں

(پارہ ۲۴، الزمر، آیت ۳۶)

مگر قرآن عظیم میں فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡهِ الۡوَسِیۡلَةَ (پارہ 6، سورۃ المائدۃ، آیت ۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اسکی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

اللہ کی طرف وسیلہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف وسیلہ

مشائخ کرام، سلسلہ بہ سلسلہ جس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ تک بے وسیلہ رسائی محالِ قطعی ہے یونہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تک رسائی بے وسیلہ دشوارِ عادی ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم صاحبِ شفاعت ہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حضور وہ شفیع ہونگے اور ان کے حضور علماء و اولیاء اپنے متوسلوں کی شفاعت کریں گے۔"

(فتاوی رضویہ، ص۴۶۲، ۴۶۴، ج۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

كتبــــــــــــه

محمد نوازش علی العطاری المدنی

13 شعبان المعظم 1426ھ، 18 ستمبر 2005ء

فتوی نمبر (3)

کیا عورت کو بیعت ہونا ضروری ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ

(۱) کیا عورتوں کو بھی بیعت ہونا چاہیے یا ان کا باپ یا خاوند ہی ان کا پیر ہے؟

(۲) اور کیا سید کو بیعت ہونے کی ضرورت ہے یا نہیں اور کیا سید کا مرشد غیر سید ہوسکتا ہے یونہی کیا غیر سید، سید کی بیعت کرسکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجوب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) عورت کا پیر اس کا باپ نہیں اور نہ ہی اس کا شوہر ہے بلکہ عورت بھی مردوں کی طرح کسی پیر کامل کی بیعت کرے گی البتہ اگر کسی عورت کا باپ یا شوہر پیر کامل جامع شرائط ہوتو

اس کی بیعت ہوسکتی ہے لیکن اگر پیر اس کا محرم نہ ہو تو وہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت نہیں کرے گی بلکہ پردہ میں رہتے ہوئے زبانی ہی بیعت کرے گی۔ قرآن وحدیث میں عورت کا بیعت ہونا بھی ثابت ہے اور اس کا طریقہ بھی مذکور ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَایَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

(پارہ 28، سورۃ الممتحنۃ، آیت ۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عورتوں کو زبانی بیعت فرماتے تھے جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں: ”واللہ ما مست ید رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ید امراۃ قط غیر انہ یبایعھن بالکلام قالت عائشہ واللہ ما اخذ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم علی النساء قط الا بما امرہ اللہ تعالیٰ و ما مست کف رسول اللہ صلی اللہ

تعالی علیه وسلم كف امراة قط و كان يقول لهن اذا اخذ عليهن قد بايعتكن كلاما'' ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا مگر یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عورتوں سے زبانی بیعت فرما لیتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عورتوں سے صرف انہیں احکام پر بیعت لیتے جن احکام کا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو حکم دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کبھی کسی عورت کی ہتھیلی کو نہیں چھوا اور عورتوں سے بیعت لینے کے بعد فرمایا کرتے بیشک زبانی ہی تمہاری بیعت ہو چکی۔''

(صحیح مسلم، الحدیث ۱۸۶۶، ص ۱۰۱۳، دارالاسلام والنشر)

(۲) جی ہاں سید کے لئے بھی مرید ہونے کی ضرورت ہے اگر چہ وہ عالم وزاہد ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ سیدی اعلی حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''ائمہ کرام فرماتے ہیں: آدمی اگر چہ کتنا ہی بڑا عالم، زاہد، کامل ہو، اس پر واجب ہے کہ ولی عارف کو اپنا مرشد بنائے، بغیر اس کے ہرگز چارہ نہیں۔''

(فتاوی رضویہ، ج ۲۱، ص ۴۶۳)

پھر سید، غیر سید کی بیعت کرے یا غیر سید، سید کی بیعت کرے اگر اس میں پیر کامل کی چار شرطیں پائی جاتیں ہیں تو اس کی بیعت کرنا جائز ہے۔ ان شرائط کی تفصیل بیان کرتے ہوئے سیدی اعلی حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: **ایک** یہ کہ سنی صحیح العقیدہ ہو اس لئے کہ بد مذہب دوزخ کے کتے ہیں اور بدترین مخلوق جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ **دوسری** شرط ضروری علم کا ہونا اس لئے کہ بے علم خدا کو نہیں پہچان سکتا۔ **تیسری** یہ کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرنا اس لئے کہ فاسق

کی توہین واجب ہے اور مرشد واجب التعظیم ہے دونوں چیزیں کیسے اکٹھی ہوں گی۔ **چوتھی** اجازت صحیح متصل ہو جیسا کہ اس پر اہل باطن کا اجماع ہے۔ جس شخص میں ان شرائط میں سے کوئی شرط نہ ہو تو اس کو پیر نہیں پکڑنا چاہیے۔'' (فتاوی رضویہ، ج۲۱،ص۴۹۲)

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ عزّوجلّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــہ

محمد عقیل رضا العطاری المدنی

06 رمضان 1426ھ 11 اکتوبر 2005ء

فتوی نمبر (4)

بیعتِ برکت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ کیا اپنے پیر ومرشد کے علاوہ کسی اور جامع شرائط پیر کے ہاتھ پر طالب ہوسکتے ہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جی ہاں دوسرے جامع شرائط پیر سے طلبِ فیض کے لئے طالب ہوسکتا ہے جبکہ حاصل ہونے والا فیض اپنے مرشِد ہی کا جانے جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین ملت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ارشاد فرماتے ہیں: ''دوسرے جامع شرائط سے طلبِ فیض میں حرج نہیں اگرچہ وہ کسی سلسلہ صریحہ کا ہو اور اس سے جو فیض حاصل ہو اسے بھی اپنے شیخ ہی کا فیض جانے'' ایک جگہ یہ فرمایا: ''دوسرے شیخ سے طالب ہو مگر اپنی ارادت شیخ اوّل ہی سے رکھے اور اس سے جو فیض حاصل ہو وہ اپنے پیر ہی کی عطا جانے۔''

(فتاوی رضویہ، ج۲۶،ص۵۷۹، ۵۸۰)

یونہی صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''دوسرے سے طالب ہوسکتا ہے اور یہ اس وقت ہے کہ شیخ کا انتقال ہوگیا یا وہاں موجود نہ ہو تو دوسرے سے فیض لے اور اس سے جو کچھ ملے پیر ہی کا صدقہ تصور کرے۔''

(فتاوی امجدیہ، ج ۴، ص ۳۴۷، مکتبہ رضویہ کراچی)

واللّٰہ تعالیٰ اعلم ورسولہ عزّوجلّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــہ

محمد عقیل رضا العطاری المدنی

01 ذی قعدہ 1426ھ 04 دسمبر 2005ء

فتوی نمبر (5)

کیا وصال شدہ پیر صاحب سے بیعت ہو سکتے ہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ کیا وصال شدہ پیر صاحب سے بیعت ہوسکتے ہیں اور کیا یہ بات درست ہے کہ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیامت تک آنے والے تمام مریدوں کے چاہے وہ کسی بھی سلسلے کے بزرگ کے مرید ہوں، پیر ہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

وصال شدہ پیر سے بیعت نہیں ہوسکتی اور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلسلۂ قادریہ میں داخل ہونے والے تمام مریدوں کے پیر ہیں اور بقیہ بھی بالواسطہ آپ ہی سے فیض پاتے ہیں۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم ورسولہ عزّوجلّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد طارق رضا عطاری المدنی

01 صفر المظفر 1428ھ/19 فروری 2007ء

فتوی نمبر (6)

وکیل کے ذریعے کسی پیر کا مرید ہونا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ کیا وکیل کے ذریعے کسی پیر کے مرید ہوسکتے ہیں؟

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

وکیل کے ذریعے کسی پیر کا مرید ہونا شرعاً درست اور جائز ہے کیوں کہ وکیل کے ذریعے کسی پیر کا مرید بننے والا ایسا ہی ہے جیسے براہ راست کسی پیر کا مرید ہو۔ کسی بھی جائز کام کے لیے وکیل بنانا جائز ہے اور یہ قرآن وحدیث اور اجماع سے ثابت ہے چنانچہ علامہ علاؤ الدین الحصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ التوکیل صحیح بالکتاب والسنۃ،قال تعالی ﴿فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِیْنَةِ فَلْیَنْظُرْ اَیُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْیَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ﴾ ووکل علیہ الصلوۃ والسلام حکیم بن حزام بشراء اضحیۃ وعلیہ الاجماع" یعنی وکیل بنانا کتاب وسنت کی رو سے صحیح ہے جیسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا۔(ترجمۂ کنز الایمان) تو اپنے میں ایک کو یہ چاندی دے کر شہر بھیجو پھر وہ غور کرے وہاں کونسا کھانا زیادہ ستھرا ہے کہ تمہارے لیے اس میں سے کھانے کو لائے۔" (پارہ ۱۵،سورہ الکھف،آیت ۱۹) اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے قربانی (کا جانور) خریدنے کیلیے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وکیل بنایا اور اس پر اجماع ہے۔"

(درمختار مع ردالمحتار،ج۸،ص ۲۳۹،۲۴۰،ملتان)

سیدالشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی بیعت کے لیے کوفہ بھیجا چنانچہ حافظ ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں: ''فعند ذلک بعث ابن عمه مسلم بن عقیل بن ابی طالب الی العراق فلما دخل الکوفة فتسامع اهلها بقدومه فجاؤوا الیه فبایعوه علی امرة الحسین'' یعنی اس دوران آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے چچا کے بیٹے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عراق بھیجا پس جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ داخل ہوئے اور اھل کوفہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کے بارے سنا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی۔''

(ملخص از البدایۃ والنہایۃ، ج۵ ص۶۵۷، دارالفکر بیروت)

صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ رقمطراز ہیں: ''اور وکالت کے جواز پر اجماعِ امت بھی منعقد اور کتاب وسنت سے اس کا جواز ثابت۔ وکالت کے یہ معنیٰ ہیں کہ جو تصرف خود کرتا اُس میں دوسرے کو اپنے قائم مقام کر دینا۔''

(بہارشریعت، ج۲، حصہ۱۲، ص۱۲۸، مکتبہ رضویہ باب المدینہ کراچی)

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ عزّوجلّ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

ابو الصالح محمد قاسم القادری

11 ذیقعدہ 1426ھ/14 دسمبر 2005ء

فتوی نمبر (7)

مائیک، ٹیلیفون، انٹرنیٹ، اور مکتوب کے ذریعے بیعت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ مائیک، ٹیلیفون، انٹرنیٹ، اور مکتوب کے ذریعے بیعت شیخ یا مرید ہونا کیسے ممکن ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مائیک، ٹیلیفون، انٹرنیٹ، اور مکتوب کے ذریعے مرید ہونا اور اس قسم کے دوسرے ذرائع مثلاً ای میل، قاصد وغیرہ کے ذریعے بھی مرید ہو سکتے ہیں۔ مرید ہوتے وقت ضروری نہیں کہ پیر کے سامنے ہو بلکہ اگر غائب بھی ہو تو بیعت درست ہے اور ایسی بیعت تو خود حدیثوں سے ثابت ہے جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حدیث مبارک ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب بیعت رضوان ہوئی تو امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غائب تھے بیعت حدیبیہ میں ہوئی اور وہ مکہ معظّمہ گئے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کو فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے پھر اسے اپنے دوسرے دست مبارک پر مار کر ان کی طرف سے بیعت فرمائی اور فرمایا یہ عثمان کی بیعت ہے لفظ حدیث یہ ہے: ”واما تغیبہ عن بیعت الرضوان فانہ لو کان احد اعز ببطن مکۃ من عثمان بن عفان لبعثہ مکانہ فبعث رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عثمان وکانت بیعت الرضوان بعد ماذھب عثمان الی مکۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بیدہ الیمنی ھذہ ید عثمان فضرب بھا علی یدہ وقال ھذہ لعثمان۔“

(صحیح بخاری، ج ۳، الحدیث ۴۰۶۶، ص ۳۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”بیعت بذریعہ خط وکتابت بھی ممکن ہے یہ (مرید) اسے درخواست لکھے وہ (پیر) قبول کرے“

مزید لکھتے ہیں ''مرید ہوگیا کہ اصل ارادت فعلِ قلب ہے۔'''' والقلم احد اللسانین ''یعنی قلم بھی زبان کی طرح ہی ہے۔'' (فتاوی رضویہ، ج26،ص568)

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

ابو الصالح محمد قاسم القادری

04 محرم الحرام 1428ھ / 24جنوری 2007ء

فتوی نمبر(8)

ایک شخص کا دو پیروں کا مرید ہونا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ کیا ایک شخص دو پیروں کا مرید ہوسکتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیوں نہیں ہوسکتا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

اگر کوئی شخص ایک پیر کا مرید ہوگیا تو دوسرے پیر سے مرید نہیں ہوسکتا البتہ دوسرے پیر کا طالب ہوسکتا ہے جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''مرید غلام ہے اور طالب وہ کہ غیبتِ شیخ میں بضرورت یا باوجود شیخ کسی مصلحت سے جسے شیخ جانتا ہے یا مریدِ شیخ غیر شیخ سے استفادہ کرے۔ اسے جو کچھ حاصل ہو وہ بھی فیض شیخ ہی جانے ورنہ دو در کبھی فلاح نہیں پاتا۔ اولیائے کرام فرماتے ہیں: ''لایفلح مریدبین شیخین'' یعنی جو دو پیروں کے درمیان ہو، کامیاب نہیں ہوتا۔'' (فتاوی رضویہ، ج26،ص558)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ایک دوسری جگہ دو پیروں سے بیعت ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں: ''اکابر فرماتے ہیں ایک شخص کے دو باپ نہیں ہوسکتے، ایک وقت میں ایک

عورت کے دو شوہر نہیں ہو سکتے ،ایک مرید کے دو پیر نہیں سکتے ، یہ وسوسہ ہے اس پر عمل نہ کیا جائے، یك د رگیر محکم گیر یعنی ایک ہی دروازہ پکڑ وگر مضبوطی سے۔ پریشان نظری والا کسی کی طرف سے فیض نہیں پاتا۔حدیث میں ارشاد ہوا:''من رزق فی شی فلیلزمه یعنی جس کو کسی چیز میں یعنی اس کے سبب سے رزق دیا جائے تو چاہیے کہ اس پر لزوم اختیار کرے۔''

(فتاوی رضویہ،ج21،ص603)

واللّٰہ تعالیٰ اعلم ورسوله عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــــــــــــــہ

ابو الصالح محمد قاسم القادری

یکم محرم الحرام 1428ھ/ 21جنوری 2007ء

فتوی نمبر(9)

گناہ کرنے سے بیعت ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ زید دعوت اسلامی کے اجتماع میں مرید بننے کے لیے حاضر ہوا بیعت کرتے وقت جب امیر اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ نے یہ الفاظ کہلوائے کہ توبہ کرتا ہوں میں اپنے پچھلے تمام گناہوں سے تو زید نے ان الفاظ پر بعض مخصوص گناہوں سے توبہ کی کہ آئندہ یہ گناہ نہیں کرے گا مگر نفس کے بہکاوے میں ان گناہوں کا پھر ارتکاب کر بیٹھا اب اسے کیا کرنا چاہیے۔آیا گناہ کرنے سے اس کی بیعت ٹوٹ گئی یا نہیں؟

سائل: عطاء المصطفیٰ سیالکوٹ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جس شخص نے صدق دل سے توبہ کرلی ہو پھر دانستہ یا نادانستہ طور پر کسی گناہ کا مرتکب ہوجائے تو اسے چاہیے کہ دوبارہ توبہ کرنے میں دیر نہ کرے کیونکہ بعد توبہ گناہ کا صدور ایک مصیبت ہے تو دوبارہ توبہ نہ کرنا اس سے کہیں زیادہ نقصان دہ ہے مگر یاد رہے کہ اس سے بیعت نہیں ٹوٹتی۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ''جب کوئی بندہ مومن گناہ کرلیتا ہے تو اس کے قلب پر ایک سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے لیکن جب وہ توبہ کرلیتا ہے اور اللہ تعالی سے طلب مغفرت کرتا ہے تو اس کا قلب صاف کردیا جاتا ہے اور اگر وہ گناہ کرتا رہے اور درمیان میں توبہ نہ کرے تو یہ سیاہی بڑھتی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کا دل سیاہ پڑ جاتا ہے پس یہ وہی زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالی نے بھی اس طرح فرمایا ہے

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (پ۳۰، المطففین:۱۴) ترجمہ کنز الایمان: کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

(جامع الترمذی، حدیث نمبر، 3345، ج5، ص220، دار الفکر بیروت)

اور ایسے پرفتن حالات میں کہ ارتکابِ گناہ بے حد آسان اور نیکی کرنا بے حد مشکل ہو چکا ہو اور نفس وشیطان ہاتھ دھو کر انسان کے پیچھے پڑے ہوں، انسان کا گناہوں سے بچنا بے حد دشوار ہے لیکن یاد رکھئے گناہوں کا انجام ہلاکت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں لہذا اس سے پہلے کہ پیامِ اجل آن پہنچے اور ہم عزیز و اقرباء کو روتا چھوڑ کر اور دنیا کی رونقوں سے منہ موڑ کر، قبر کے ہولناک اور تاریک گڑھے میں ہزاروں مردوں کے درمیان تنہا جا سوئیں، ہمیں چاہیے کہ ان

گناہوں سے چھٹکارے کی کوئی تدبیر کریں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سچی توبہ کریں کیونکہ سچی توبہ ایسی چیز ہے جو ہر قسم کے گناہ کو انسان کے نامہ اعمال سے دھوڈالتی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْ عَنِ السَّیِّاٰتِ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ 0 (پارہ 25، سورہ الشوریٰ، آیت 25)

ترجمہ کنزالایمان: اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

سرکار دوعالم نورمجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: "**التائب من الذنب کمن لا ذنب له**" ترجمہ: یعنی گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو"۔ (السنن الکبری، حدیث نمبر 20561، ج10، ص259، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "سارے انسان خطاکار ہیں اور خطاکاروں میں سے بہتر وہ ہیں جو توبہ کرلیتے ہیں"۔

(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 4251، ج4، ص، 491، دارالمعرفۃ بیروت)

اب ایسے شخص کو چاہیے کہ گناہوں سے سچی توبہ کرکے سارے ناجائز کام چھوڑ دے۔ سیدی اعلیٰ حضرت مجدددین وملت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سچی توبہ کے معنی بیان کرتے ہوئے ارشادفرماتے ہیں: سچی توبہ کے یہ معنی ہیں کہ گناہ پر اس لئے کہ وہ اس کے رب عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی تھی نادم وپریشان ہوکر فوراً چھوڑ دے اور آئندہ کبھی اس گناہ کے پاس نہ جانے کا سچے دل سے پورا عزم کرے جو چارہ کار اس کی تلافی کا اپنے ہاتھ میں

ہو بجالائے۔" (فتاوی رضویہ، ج21، ص121)

واللّٰہ تعالیٰ اعلم ورسولہ عزّوجلّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــہ
ابو الصالح محمد قاسم القادری
2 صفر المظفر 1428ھ / 20 فروری 2007ء

فتوی نمبر (10)

ریکارڈ شدہ الفاظ سے بیعت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اگر کسی پیر صاحب نے بیعت کروائی اور اس کو ریکارڈ کرلیا گیا تو اس ریکارڈ شدہ الفاظ بیعت سے اور لوگ مرید ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجوب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اس طرح سے بیعت نہ ہوگی کیونکہ یہاں ریکارڈنگ کا حکم اصل کی طرح نہیں ہے جیسے کہ ایک مرتبہ اذان کی آواز ریکارڈ کر کے دوبارہ اسی کو ہر اذان کے وقت چلا دینے سے اذان نہ ہوگی، اسی طرح بیعت بھی نہ ہوگی، یا ایک مرتبہ نکاح کا ایجاب ریکارڈ کروا کر مختلف عورتوں کو سناتے رہیں اور نئے نکاح کرتے رہیں یا ایک مرتبہ کسی کے ہبہ کے الفاظ ریکارڈ کر کے بار بار چلا کر مزید رقم لیتے رہیں۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم ورسولہ عزّوجلّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــہ
ابو الصالح محمد قاسم القادری
27 شعبان المعظم 1426ھ/02 اکتوبر 2005

فتوی نمبر (11)

ناپاک حالت میں بیعت ہوگی یانہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ میرا ایک دوست عرصے سے ایک الجھن میں مبتلا ہے وہ کہتا ہے میرے وارث مجھے ایک عظیم بزرگ ہستی ولی اللہ کے ہاں بیعت کرا آئے مگر اتفاق سے جس روز مجھے بیعت کرانے کیلئے لے گئے اس رات مجھے بدخوابی کی شکایت ہوگئی تھی اور میں بوجہ کم عقلی مجبوری کے ناپاکی کی حالت میں ہی (بغیر غسل وتیمّم کے) بیعت ہونے چلا گیا، وہاں گیا تو آپ نے مجھے بیعت کرلیا براہ مہربانی یہ جواب روانہ کریں کہ اس ناپاک حالت میں بیعت ہوگئی یانہیں ہوئی؟ سائل: محمد طاہر (ضلع رحیم یارخان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃالحق والصواب

بیعت ہوتے وقت طہارت والا ہونا لازمی نہیں۔ ایسی حالت میں بیعت ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔سابقہ بیعت درست ہے۔ البتہ بیعت کے دوران ایسی حالت میں قرآنی آیت پڑھنا ناجائز وحرام ہے۔ البتہ کلمہ طیبہ اور دُرُود وغیرہ کا وِرد کرنا درست ہے۔ یاد رکھیں کہ بیعت کسی سنی صحیح العقیدہ کامل پیر جامع شرائط کے ہاتھ میں ہی نافع اور جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبــــــــــــــــــــہ

ابو الصالح محمد قاسم القادری

07شوال المکرم 1426ھ، 10نومبر 2005ء

فتویٰ نمبر (12)

کیا نابالغ کو مرید کرانے کے لیے کسی کی اجازت ضروری ہے؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ نابالغ بچہ کو مرید کرانے کے لیے کس کی اجازت کی ضرورت ہے جبکہ باپ اور دادا نہیں اور ماں اور بڑا بھائی راضی ہوں تو کیا چچا یا تایا کی اجازت ضروری ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

نابالغ بچہ کے مرید ہونے کے لیے ولی کی اجازت کی ضرورت ہے بغیر اجازتِ ولی اسکا بیعت کرنا درست نہیں لہٰذا اگر بڑا بھائی بالغ ہے تو باپ دادا کے بعد وہی چھوٹے بھائی کا ولی اقرب ہے اور اسکی موجودگی میں چچا تایا ولی ابعد ہیں تو ولی اقرب کے ہوتے ہوئے ولی ابعد کی اجازت کی ضرورت نہیں پس جبکہ بڑا بھائی بالغ ہو اور راضی ہو تو نابالغ بھائی کو مرید کرانا درست ہے۔سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”نابالغ اگر ناسمجھ ہے تو بے اجازت ولی اسے مرید کرنے کے کوئی معنیٰ نہیں ہاں تعلیقِ ارادت ممکن ہے جس کا قبول اسکے عقل وبلوغ پر موقوف رہے گا اگر کسی میں رُشد کے آثار پائے اور گمان کرے کہ اس کے زمانہ عقل تک شاید اپنی عمر وفا نہ کرے اور اسے شیخ کی حاجت ہو اور زمانہ کی حالت یہ ہے کہ: اے بسا ابلیس آدم روئے ہست *پس بھر دستے نہ باید داد دست .ولھٰذا اسے اپنا کرلے اور وہ زمانہ عقل تک پہنچ کر اسے قبول کرلے تو بیعت کی تکمیل ہوجائے گی۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج ۱۲، ص ۱۵۵، مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد)

اور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: (ولایت میں) سب سے مقدم فروع یعنی بیٹا پھر پوتا پھر پر پوتا اگرچہ کئی پشت کا فاصلہ ہو یہ نہ ہوں تو باپ پھر دادا پھر پر دادا وغیرہم اصول اگرچہ کئی پشت اوپر کا ہو پھر حقیقی بھائی پھر سوتیلا بھائی پھر حقیقی بھائی کا بیٹا پھر سوتیلے بھائی کا بیٹا پھر حقیقی چچا۔''

(بہار شریعت، حصہ ۷، باب ولی، ص ۳۶، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبـــــــــــــــــــــہ

ابو الصالح محمد قاسم القادری

30 شعبان 1426ھ 05 اکتوبر 2005ء

فتویٰ نمبر (13)

شیطان کی چال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ میں ایک پیر کامل سے مرید ہوں لیکن میں اپنے آپ کو مرید ہونے کے قابل نہیں سمجھتا اور میں بیعت توڑنا چاہتا ہوں مجھے کیا کرنا چاہیے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃالحق والصواب

یہ شیطان کی چال ہے۔ اس چال (کہ میں بیعت کے قابل نہیں ہوا) کے ذریعے بہت سوں کو تو شیطان بیعت سے ہی دور رکھتا ہے اور قابل ہونے کی امیدیں دلا کر زندگی بے پیر ہی بسر کرا کر کثیر برکات سے محروم کر دیتا ہے۔ لہذا آپ شیطان کے اس وار کو ناکام بنائیں اور

پیر کامل سے وابستہ رہیں ان شاء اللہ عَزَّوَجَلَّ دونوں جہاں میں سرخروئی نصیب ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد طارق رضا عطاری المدنی

24 جمادی الثانی 1428ھ 10 جولائی 2007ء

فتوی نمبر (14)

باری کے دنوں میں مرید بننا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ کیا باری کے دنوں میں مرید بن سکتے ہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جی ہاں باری کے دنوں میں بھی مرید بننا درست ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

علی اصغر العطاری المدنی

01 جمادی الاول 1427ھ 29 مئی 2006ء

فتوی نمبر(15)

کیا عورت خاوند کی اجازت کے بغیر بیعت ہوسکتی ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ کیا عورت بغیر خاوند کی اجازت کے بیعت ہوسکتی ہے؟ سائل: اللہ کا بندہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جی ہاں عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر بیعت ہوسکتی ہے۔ شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے ایک استفتاء میں یہی سوال پوچھا گیا تو اس کے جواب میں فرمایا: ''(بیعت) ہوسکتی ہے۔'' (احکام شریعت، ص۱۸۲، پروگریسو بکس لاہور)

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــــہ

ابو محمد علی اصغر العطاری المدنی

25ذیقعدہ1426ھ 28دسمبر 2005ء

فتوی نمبر(16)

مجھے پیر کی تلاش ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ مجھے ایک سچے اور مسلک اہلسنت والجماعت پر قائم اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ تک لے جانے والے پیر کی تلاش ہے کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احکامات اور حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کا عامل اور مسلک اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا پابند ہو۔ کیونکہ اس فتنہ بھرے زمانے میں

بہت سے لوگ ہیں جو بیعت کرواتے ہیں لیکن وہ شرعی احکام اور سنتوں پر عمل نہیں کرتے برائے مہربانی مجھے ایک سچے اور کامل پیر کا پتہ بتادیں تاکہ میں گمراہ ہونے اور بھٹکنے سے بچ جاؤں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

کسی بھی پیر سے بیعت کرنے سے پہلے پیر کا جامع شرائط ہونا ضروری ہے امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن ''فتاوی رضویہ'' میں پیر کی شرائط بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''بیعت کیلئے لازم ہے کہ پیر چار شرطوں کا جامع ہو: ﴿1﴾ سنی صحیح العقیدہ ﴿2﴾ صاحب سلسلہ ﴿3﴾ غیر فاسق معلن ﴿4﴾ اتنا علم دین رکھنے والا کہ اپنی ضروریات کا حکم کتاب سے نکال سکے۔'' ﴿فتاوی رضویہ، جدید، ج ۲۶، ص ۵۶۶﴾

یوں ہی بہار شریعت میں ہے: ''پیری کیلئے چار شرطیں ہیں قبل از بیعت اُنکا لحاظ فرض ہے اول سنی صحیح العقیدہ ہو، دوم اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضرورت کے مسائل کتابوں سے نکال سکے۔ سوم فاسق معلن نہ ہو۔ چہارم اُس کا سلسلہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم تک متصل ہو۔'' ﴿بہار شریعت، حصہ ا، ص ۹۷، مکتبہ رضویہ کراچی﴾

اور اگر یہ شرائط کسی پیر میں نہ پائی جائیں تو وہ بیعت کا ہرگز اہل نہیں ہوتا جیسا کہ ایک مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ''اگر کسی شخص میں ان چاروں میں سے کوئی شرط کم ہے اور ناواقفی سے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا، بعد کو ظاہر ہوا کہ وہ بد مذہب یا جاہل یا فاسق یا منقطع السلسلہ ہے تو وہ بیعت صحیح نہیں، اسے دوسری جگہ مرید ہونا چاہیے جہاں یہ چاروں شرطیں جمع ہوں۔'' ﴿فتاوی رضویہ جدید، ج ۲۶، ص ۵۶۸﴾

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ کے سلسلہ قادریہ اور اعلیٰ حضرت کے سلسلے میں مرید

کرانے والے بیشتر اہل حضرات اس وقت موجود ہیں ان میں سے آپ جس کی چاہیں بیعت کر سکتے ہیں جب آپ کو شرائط بیعت پائے جانے کا علم ہو۔ الحمد للہ امیر اہلسنّت، حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتھم العالیہ بھی جامع شرائط پیر ہیں اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلہ قادریہ میں بیعت کرواتے ہیں اور آپ قطب مدینہ حضرت شیخ ضیاء الدین علیہ رحمۃ المبین کے دست حق پرست پر بیعت ہیں اور مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی علیہ رحمۃ القوی نے امیر اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ کو خرقہ خلافت سے نوازا ہے۔ نیز امیر اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ الباری کے خلیفہ اور آپ کی جانب سے سند حدیث کے اجازت یافتہ ہیں۔ نیز امیر اہلسنت کو چاروں سلاسل میں بیعت کروانے کی اجازت ہے اور آپ سلسلہ قادریہ رضویہ ضیائیہ عطاریہ میں لوگوں کو بیعت کرواتے ہیں الحمد للہ عَزَّوَجَلَّ امیر اہلسنت کی نگاہ فیض سے لاکھوں مسلمانوں کی اصلاح ہوئی ہے بلکہ ان شاء اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کے ایمان کی حفاظت کا بھی سامان ہوگا۔ کیونکہ امیر اہلسنّت کی تعلیمات عین قرآن وسنت اور مسلک حق اہلسنت وجماعت حنفی کے مطابق ہیں اور امیر اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ اپنے مریدوں کو بھی اسی پر قائم رہنے کا پابند کرتے ہیں جس کی برکت سے دنیا وآخرت کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔

لہذا اگر آپ چاہیں تو امیر اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ کے ہاتھ پر سلسلہ قادریہ، رضویہ عطاریہ میں داخل ہو کر اپنے ایمان اور دنیا وآخرت کو بہتر بنائیں۔ نیز اچھی صحبت کو حاصل کرنے اور سنتوں کی تربیت اور عمل کا جذبہ حاصل کرنے کیلئے دعوت اسلامی کے سنتوں بھرے مہکے مہکے مدنی ماحول سے ہر دم وابستہ رہیں اور اس کے تحت راہ خدا میں سفر کرنے والے مدنی قافلوں میں سفر کو اپنا معمول بنالیں انشاء اللہ عَزَّوَجَلّ مدنی قافلوں میں سفر کی برکت سے فرائض اور واجبات

کے ساتھ ساتھ بیشمار سنتوں کو سیکھنے کی سعادت حاصل ہو گی۔ نیز اپنی اصلاح کیلئے مدنی انعامات پر عمل کر کے دنیا و آخرت کو سنواریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ عزّوجلّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبـــــــــــہ

ابو محمد علی اصغر العطاری المدنی

06ذی الحجۃ الحرام 1426ھ 07 جنوری 2006ء

فتوی نمبر (17)

غلط مسئلہ بیان کرنے کی مختلف صورتوں کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ زید سنی صحیح العقیدہ متقی پرہیز گار عالم دین ہے جن کی تحریر وتقریر سے مسلمانوں میں عوام وخواص کی ایک بہت بڑی تعداد کو منافع کثیرہ حاصل ہو رہے ہیں چند مسائل کو بیان کرنے میں ان سے تَسَامُح واقع ہوا جس پر مُطَّلع ہونے کے بعد انہوں نے رجوع کیا۔ بکر کا دعوی ہے کہ غلط مسائل بتانے کی وجہ سے وہ گنہگار بھی ہوئے اور چونکہ یہ مسائل بھرے مجمع میں بیان کئے تھے اس لئے عَلَی الْاِعْلَان فسق کی وجہ سے فاسقِ مُعْلِن ہو چکے ان پر اپنے اس گناہ سے بھرے مجمع میں جس طرح پہلے مسئلہ بیان کیا تھا یونہی اب دوبارہ اسی طرح کے مجمع میں ہر مسئلہ کو الگ الگ بیان کر کے اس کا شرعی حکم بیان کریں کہ یہ مسئلہ غلط بیان کیا اس کا یوں بیان کرنا ناجائز یا حرام تھا میں اس سے توبہ کرتا ہوں اور صحیح مسئلہ یوں ہے۔ بکر اس پر دلیل دیتا ہے کہ عبدالباری فرنگی محلی نے بعض احکامات غلط بیان کیے جس پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے زجر وتوبیخ کی اور توبہ کا یوں حکم دیا کہ مجمع میں ہر

مسئلہ کو الگ الگ بیان کر کے اس کا شرعی حکم بیان کرے کہ یہ مسئلہ غلط بیان کیا اس کا یوں بیان کرنا ناجائز یا حرام تھا میں اس سے توبہ کرتا ہوں اور صحیح مسئلہ یوں ہے کیا عمرو کا کہنا درست ہے یا نہیں؟ یاد رہے کہ زید جو سنی صحیح العقیدہ عالم دین ہیں اپنے تسامحات پر مطلع ہونے کہ بعد ان سے رجوع بھی کر چکے اور ازالہ کے لئے درست جوابات جاری کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف طریقوں سے جن جن تک یہ مسائل پہنچے تھے ان تک درست مسائل پہنچانے کی بھی بھرپور انداز میں کوشش کر چکے ہیں۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ بکر کا انھیں گنہگار اور علی الاعلان فسق کا مرتکب قرار دینا درست ہے یا نہیں اور شرعی حکم جو ہو وہ بھی بیان کیجئے؟

سائل :عبداللہ، باب المدینہ (کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

کسی عالم کا قصداً غلط مسئلہ بیان کرنا سخت گناہ اور فسق ہے اگر اعلانیہ ہو تو فاسق معلن ہو گا لیکن بطور خطا اس سے کوئی غلط جواب صادر ہوا، اس نے بے احتیاطی نہ کی تو اس صورت میں اس پر کوئی مؤاخذہ (پکڑ) نہیں، نہ یہ گناہ ہے اور نہ ہی فسق، بشرطیکہ اپنی غلطی پر مطلع ہوتے ہی رجوع کرلے۔ ہاں! غلطی کا ازالہ اس پر فرض ہے اور جس طرح کی غلطی تھی ازالہ بھی اسی طرح کرنا ہوگا اگر غلطی خوب مشہور ہوئی تھی تو ازالہ بھی اسی طرح تشہیر کے ساتھ کرنا ہوگا۔لہٰذا بکر کا زید کو گنہگار اور فاسق معلن قرار دینا ہرگز درست نہیں، زید سنی صحیح العقیدہ متدین عالم دین جو اپنے تسامحات سے مطلع ہونے پر رجوع کر چکے اور ازالہ کی صورت اختیار کر چکے ان پر کوئی الزام نہیں، نہ انھیں گنہگار کہا جائے گا، نہ ہی ان سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے کہ ایسی خطا جو قصد سے نہ ہو بلکہ نسیان سے ہو وہ قرآن وحدیث کی رو سے معاف ہے جیسا قرآن پاک میں:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج

(پارہ۳، سورۃ البقرۃ، آیت:۲۸۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی اے رب ہمارے ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں اے رب ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا۔

اسی طرح حدیث پاک:

"إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَا وَالنِّسْيَانَ."

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کی بھول چوک معاف فرمادی۔

(سنن ابن ماجة ،ابواب الطلاق ،باب طلاق المکرہ والناسی، ج ۲ ص ۵۱۳)

وغیرہا دلائل مشہور و معروف ہیں، کتبِ فقہ میں دیکھیں تو اس کی تصریح سینکڑوں جگہ مل جائے گی۔

صدرالشریعہ بدرالطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی **بہار شریعت** میں فرماتے ہیں کہ "مفتی کے لیے یہ ضروری ہے کہ بردبار، خوش خلق، ہنس مکھ ہو نرمی سے بات کرے غلطی ہوجائے تو واپس لے اپنی غلطی سے رجوع کرنے میں کبھی دریغ نہ کرے یہ نہ سمجھے کہ مجھے لوگ کیا کہیں گے کہ غلط فتوی دے کر رجوع نہ کرنا حیا سے ہو یا تکبر سے بہرحال حرام ہے۔"

(بہارشریعت، حصہ۱۲، ص۲۲۳)

اس مسئلہ کو پڑھنے کے بعد ادنٰی سمجھ رکھنے والا بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ خطا ہو جانے کو گناہ و حرام نہیں کہا بلکہ غلطی پر مطلع ہونے کے باوجود رجوع نہ کرنے اور اپنی غلطی پر اصرار کرنے کو حرام فرمایا۔

علماء اہلسنّت کی خطاء پر گرفت نہیں

سنی صحیح العقیدہ متدین عالم دین کے مسئلہ بیان کرنے میں خطا ہو جانے پر مؤاخذہ نہ ہونے کے بارے میں امام اہلسنّت مجدد دین وملت شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے چند فتاوی ذکر کئے جاتے ہیں:

(۱) چنانچہ آپ علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا کہ: ''کسی عالم سے پوچھا کہ آپ صحیح و غلط بھی بیان کرتے ہیں اور اس پر اس کا جواب دینا کہ ہاں، درست ہے یا نہیں؟

امام اہلسنّت علیہ الرحمۃ نے جواباً ارشاد فرمایا: ''اگر اس کے یہ معنی ہیں کہ مجھ سے کبھی خطا بھی ہو جاتی ہے تو درست ہے اور اگر یہ مراد کہ کبھی قصداً مسئلہ غلط بیان کر دیتا ہے تو سخت فسق کا اقرار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔'' (فتاوی رضویہ، ج ۲۳، ص ۷۱۵)

اس فتوے میں کبھی خطا ہونے کی صورت میں سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے گناہ اور سخت فسق کا حکم نہیں لگایا بلکہ قصداً غلط مسئلہ بیان کرنے کو سخت فسق بتایا۔

(۲) آپ علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا ''جو صاحب جھوٹا مسئلہ بیان کریں، ان کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

امام اہلسنّت علیہ الرحمۃ نے جواباً ارشاد فرمایا: ''جھوٹا مسئلہ بیان کرنا سخت شدید کبیرہ ہے

اگر قصداً ہے تو شریعت پر افتراء ہے اور شریعت پر افتراء **اللہ** عزوجل پر افتراء ہے اور **اللہ** عزوجل فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ

ترجمۂ کنزالایمان: ''تم فرماؤ! وہ جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔''

(پارہ ۱۱، سورۃ یونس، آیت: ۶۹)

اور اگر بے علمی سے ہے تو جاہل پر سخت حرام ہے کہ فتوی دے، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

'' مَنْ اَفْتٰی بِغَیْرِ عِلْمٍ لَعَنَتْهُ مَلٰئِكَةُ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ.

ترجمہ: ''جو بغیر علم کے فتوی دے اس پر آسمان وزمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔''

(کنزالعمال، الحدیث: ۲۹۰۱٤، ج ۱۰، ص ۸٤، دارالکتب العلمیة بیروت)

ہاں! اگر عالم سے اتفاقاً سہو واقع ہوا اور اس نے اپنی طرف سے بے احتیاطی نہ کی اور غلط جواب صادر ہوا تو مواخذہ نہیں، مگر فرض ہے کہ مطلع ہوتے ہی فوراً اپنی خطا ظاہر کرے، اس پر اصرار کرے تو پہلی شق یعنی افتراء میں آجائے گا۔'' (فتاوی رضویہ، ج ۲۳ ص ۷۱۲)

(۳) یونہی ایک سنی عالم نے دوسرے پر اپنی کم فہمی کی بنا پر حکمِ تکفیر دیا، جس کی بنا پر آپس میں تفریق ہوئی، معاملہ کس قدر نازک ہے مگر جب امام اہلسنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو اس کی غلطی پر اصلاح فرمائی اور جب انہوں نے اپنی اس غلطی سے رجوع کرلیا تو ان کے رجوع کو کافی بتایا، انھیں گنہگار قرار نہیں دیا، نہ ہی انہیں توبہ کرنے کا حکم فرمایا سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے الفاظ مبارکہ ملاحظہ ہوں: ''میں نے اس جواب ہی میں بتادیا تھا کہ مولوی علاء الدین

صاحب نے مولوی عبدالرحیم صاحب کی تکفیر عناداً نہ کی تھی، بلکہ مسئلہ ان کی سمجھ میں یوں ہی آیا تھا جس سے انہوں نے بعدِ تفہیمِ فقیر، رجوع کی، تو ان پر کوئی حکم سخت نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، ج ۱۲ص ۱۲۶، سنی دارالاشاعت سردار آباد (فیصل آباد))

(۴) امام اہلسنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک سنی مولوی صاحب کے بارے میں پوچھا گیا کہ جن کے بارے میں کسی نے بتایا کہ ساداتِ کرام سے سیادت کی سند مانگتے ہیں اور نہ دکھانے پر برا بھلا کہتے ہیں، انہیں مطعون کرتے ہیں تو امام اہلسنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا "خواہی نخواہی (یعنی خوامخواہ) سند دکھانے پر مجبور کرنا، اور نہ دکھائیں تو برا کہنا، مطعون کرنا ہرگز جائز نہیں، "الناس أمناء علی أنسابھم" کہ لوگ اپنے نسب پر امین ہیں۔" لیکن سنی مولوی سے اس مسئلہ میں خطا ہوئی تھی، اس لئے انھیں گنہگار نہیں کہا، نہ ان سے توبہ کا مطالبہ کیا بلکہ صرف اتنا فرمایا کہ "میں مولوی عبدالرحیم صاحب کو اس بارے میں لکھوں گا اور اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو منع کروں گا، امید ہے کہ وہ میری گزارش قبول کریں گے۔"

(فتاوی رضویہ، ج ۱۲ص ۱۲۵، سنی دارالاشاعت سردار آباد (فیصل آباد))

امام اہلسنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاوٰی کا خلاصہ

ان تینوں فتاوی میں بھی عالم سے اتفاقاً سہو ہونے پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے گناہ یا فسق کا حکم نہیں لگایا بلکہ رجوع اور ازالہ، فرض بتایا، خطا ہو جانے کی صورت میں گناہ یا فسق لازم نہیں آتا، اس پر ان فتاوی کے الفاظ **"مؤاخذہ نہیں"**، **"کوئی حرج نہیں"** اور **"منع کروں گا امید ہے کہ وہ میری گذارش قبول کرلیں گے"** واضح دلیل ہیں لہٰذا رجوع اور ازالہ کی ترکیب بنانے کے باوجود سوال میں مذکور عالم کو اس کی خطا پر گنہگار قرار دینا بکر کی خطاء فاحش ہے، خود بکر

کو اپنی اس خطا سے رجوع لازم اور جن لوگوں تک اس کی یہ بات پہنچی ہے ان پر اپنی خطا کا اظہار کرنا فرض ہے۔

غلط مسئلہ بتانے پر بے باکی کرنے والے کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تنبیہ

جہاں تک مولوی عبد الباری صاحب کا معاملہ ہے انہوں نے نہایت ہی بے باکانہ انداز میں مسائل کو غلط رنگ دے کر بیان کیا اور انہوں نے مسائل میں علمائے اہلسنّت کثرہم اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی ذرا بھی پرواہ نہ کی جس پر سیدی اعلیحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں زجر و توبیخ کی اور جس انداز میں مذکورہ عالم نے غلط مسائل کو بیان کر کے مسلمانوں میں انتشار پھیلایا تو اسے بناء بریں وجہ حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کے سامنے ہر ہر مسئلہ کو الگ الگ بیان کر کے اس میں مذکور شناعت و غلطی سے رجوع و توبہ کرے۔ ہم ذیل میں سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رسالے ”**ابانة المتوارى فى مصالحة عبدالبارى**“ سے اقتباس پیش کرتے ہیں اسے بغور پڑھ کر فیصلہ کیجئے کہ مولوی عبد الباری سے جس طرح اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے توبہ کا مطالبہ کیا اور ان پر شدید رد کیا، کیا اس طرح ہر سنی عالم سے ہونے والی ہر قسم کی خطا پر بھی اعلیحضرت علیہ الرحمۃ نے یونہی توبہ کا مطالبہ اور ان کا مولوی عبد الباری کی طرح شدید رد کیا؟ اور کیا ہر سنی عالم سے ہونے والی خطا پر اس سے توبہ کا مطالبہ اسی طرح کیا جائیگا جس طرح مولوی عبد الباری سے کیا گیا اور اسی طرح رد بلیغ کیا جائے گا جس طرح مولوی عبد الباری کا کیا گیا؟

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد

سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”بلکہ سبیلِ نجات اس میں منحصر

کہ: **اوّلاً**: عالم اور جو جو مسلم اس کاروائی میں شریک تھے سب اس شنیع وسخت فظیع کبیرہ خمیرہ صدہا حرام وہتک حرمت اسلام سے بصدق دل توبہ کریں رب المساجد جَلَّ جَلَالُہٗ کے حضور خاک مذلّت پر ناک رگڑیں، اپنے سروں پر خاک اڑائیں سر برہنہ بادل گریاں وچشم بریاں اس کے حبیب قریب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پکڑ کر دست ضراعت پھیلائیں اور ہر ایک کہے: **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْکَ مِنْھَا لَا اَرْجِعُ اِلَیْھَا اَبَدًا**۔ (یا) الٰہی عَزَّوَجَلَّ! میں ان تمام حرکات شنیعہ سے تیری طرف توبہ کرتا ہوں اب ایسا نہ کروں گا۔

ثانیًا: بکثرت اخباروں اشتہاروں میں صاف صاف بلاتاویل اپنے جرائم کا اعتراف اور اپنی توبہ اور اس کاروائی کی شناعت کی خوب اشاعت کریں کہ جس طرح عالم کے اعتماد پر عوام میں اسکی خوبی کا دُند (شور) ہند کے گوشہ گوشہ میں مچا، یوں ہی بچہ بچہ کے کان تک عالم کی توبہ اور اس کی شناعت کا اعلان پہنچے حدیث میں ارشاد ہوا:

"**اِذَا عَمِلْتَ سَیِّئَۃً فَاَحْدِثْ عِنْدَھَا تَوْبَۃً اَلسِّرِّ بِالسِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ بِالْعَلَانِیَۃِ**." رواہ الامام احمد فی کتاب الزھد و الطبرانی فی الکبیر والبیھقی فی الشعب بسند حسن جید عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

(الزھد لامام احمد بن حنبل، الحدیث ۱۴۱ ص ۶۱)

یعنی جب تو برائی کرے تو اسی وقت توبہ، مخفی کی مخفی اور علانیہ کی علانیہ۔ اس کو امام احمد نے کتاب الزہد اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حسن جید سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

ثالثًا: گورنمنٹ کو جو ایسا عظیم مسئلہ غلط باور کرایا ہے جس سے ہمیشہ کے لئے

مسجدوں کو سخت خطرہ کا سامنا ہے۔اپنی تمام ہستی، ساری حیثیت، پوری کوشش، ہمگین طاقت اس کے رفع میں صرف کریں اور شرعی دلائل، فقہی مسائل، ائمہ کے ارشاد علماء کے فتاوی بیش از بیش جمع کر کے یقین دلادیں کہ وہ کاروائی جو پہلے ہم نے بتائی محض باطل وحرام، وہتک حرمت اسلام تھی، کسی مسجد کی کوئی زمین ہرگز ہرگز راستہ، سڑک، ریل، نہر، غرض کسی دوسرے کام کے لئے نہیں کی جاسکتی، مسجد حقیقۃً زمین کا نام ہے چھت اس کا بدل نہیں ہوسکتی، نہ ہرگز کسی دوسری زمین یا دس لاکھ روپے گز قیمت خواہ کسی شئے سے اس کا بدلنا روا ہوسکے، اگر ایسا نہ کیا تو یہ مسجد اور اس کے سوا جب کبھی کسی مسجد کو عالم اور اس کے ساتھی مسلمانوں کی اس کاروائی سے صدمہ پہنچے گا ہمیشہ ہمیشہ تا بقائے دنیا اس کی ایک ایک بے حرمتی کا روزانہ گناہ عظیم ان کے نامۂ اعمال میں ثبت ہوا کرے گا، **اللہ** عزوجل کی پناہ! اس حالت سے کہ قبر میں ہڈیاں بھی نہ رہیں اور ہر ہر لمحہ پر

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَاؕ (پارہ:۱، سورۃ البقرۃ، آیت:۱۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔

کا وبال عظیم دنیا سے قبر اور قبر سے حشر تک پیچھا نہ چھوڑے اور یہ عذر مسموع نہ ہوگا کہ ہمیں اس کام کے لئے آدمی نہیں ملتے جیسا کہ یہاں خط میں لکھ کر بھیجا۔کام آپ کا بگاڑا ہوا ہے، آپ پر اس کی تلافی فرض ہے، اگرچہ کوئی ساتھ نہ دے، بگاڑنے کو آپ تھے بنانے کو کوئی اور آئے، اس وقت اس کا استبداد کہ نہ علماء سے پوچھنا، نہ مسلمانوں سے کہنا، اب بھی کام میں لایئے اور اپنی عاقبت بنایئے اور خدمتِ کعبہ کی الٹی بانگی مٹا کر سیدھی دکھایئے، راہ یہ ہے اور توفیق اللہ عزوجل

کی طرف سے۔ **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔ اس میں اپنی ذلت نہ سمجھئے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک عزت کہ اس کی طرف رجوع لائے، اس کے گھر کی بے حرمتی کرانے سے باز آئے، وہ فرماتا ہے:

وَلَمۡ یُصِرُّوۡا عَلٰی مَا فَعَلُوۡا وَہُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ. (پارہ:۴، سورۃ آل عمران، آیت:۱۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے کئے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں۔

مسلمانوں کے نزدیک عزت کہ ان کے دین پر تعدی چھوڑی اور حفظِ حقوقِ مذہب کی طرف باگ موڑی، گورنمنٹ کے نزدیک عزت کہ ایسی عظیم حرمت اسلام کی پامالی جو اس کی نامبدل پالیسی کے بالکل خلاف اس کے مستمر وعدوں کے بالکل مناقض، سات کروڑ رعایا کا دکھانے والی روش برطانیہ کو مذہبی دست اندازی کا عیب لگانے والی تھی اُٹھا دی اور جو بات غلط باور کرائی تھی حق وانصاف سے بدلوادی۔ والامر بید اللہ ولاحول وقوۃ الا باللہ۔" (فتاوی رضویہ، ج۱۱، ص ۳۹۸ تا ۳۹۹)

کسی مُتَدَیِّن (محتاط) سُنی عالم کی خطاء کو مولوی عبدالباری پر قیاس کرنا درست نہیں

لٰہذا زید سنی عالم کو عبدالباری کے معاملہ پر قیاس کرنا ہرگز درست نہیں۔ انتہائی سخت جرأت اور ان کی دل آزاری ہے۔ کہاں ایک متدین سنی عالم کی خطا اور کہاں مولوی عبدالباری کا خطا فاحش پر مطلع ہونے کے باوجود اپنے غلط فتوی پر قائم رہنا اور اس کی اشاعت کرنا نیز اس فتوی سے آئندہ بھی مسلمانوں میں انتشار پھیلنا اور ایک غیر مسلم حکومت کو مساجد کی بے حرمتی کا موقع دینا۔ لٰہذا دونوں کے بارے میں یکساں حکم بیان کرنا ہرگز درست نہیں۔ سوال کا جواب اور عمرو

کے موقف کا واضح البطلان ہونا ان دلائل سے آفتاب ومہتاب کی طرح روشن تر ہوا اللہ تعالی عمرو کو رجوع کرنے اور اپنی غلطی کے ازالہ کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین واللہ تعالی اعلم بالصواب.

علماء اہلسنّت کی خطاء کو عام کرنا حرام ہے

ایک اور واجب اللحاظ نکتہ جس کا بیان یہاں انتہائی ضروری ہے وہ یہ کہ اہلسنّت سے اگر بتقدیر الٰہی عزوجل کوئی خطا سرزد ہو جائے تو اس کا اخفاء واجب ہے اور اس کی اشاعت وتشہیر حرام کہ لوگوں کے سامنے اگر ان کی لغزشیں بیان کی جائیں گی تو وہ ان سے دور ہو جائیں گے اور جو استفادہ وہ اپنے دین وایمان کی حفاظت کے لئے ان سے کرتے تھے اس سے محروم ہو جائیں گے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مجدد دین وملت حضرت علامہ مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی خدمت میں ایک انتہائی سخت اور شدید غلطی پر مبنی فتوی پیش کیا گیا جس کے رد میں سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں فتوی تحریر فرمایا۔ پیش کردہ فتوی کا سوال وجواب مختصراً ذیل میں مذکور ہے:

سوال یہ ہے کہ "ایک شخص نے اپنی حقیقی بہن کا دودھ پیا ہے اس شخص اور اس کی بہن سے اولاد پیدا ہوئی ہے یہ بھائی بہن اپنی اولاد کا آپس میں نکاح کرنا چاہتے ہیں ان کی اولاد کا نکاح شرعاً آپس میں درست ہے یا نہیں؟

جس کا جواب یہ دیا گیا: ''شخص مذکور کی اولاد کا نکاح اس کی بہن مرضعہ کی اولاد کے ساتھ جائز ہے کیونکہ حرمت رضاعت خاص رضیع کے لئے ثابت ہوتی ہے رضیع کے اصول وفروع کے لئے حرمت مذکورہ ثابت نہیں ہوتی پس دودھ پینے والے پر دودھ پلانے والی بمعہ جمیع فروع واصول کے حرام ہے فروعِ رضیع پر فروعِ مرضعہ ہرگز حرام نہیں ہوسکتا۔''

غلط جواب پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تنبیہ

مذکورہ سوال کے جواب پر کلام وردِّ بلیغ کرتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا'' انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ حرامِ قطعی حلال کردیا گیا، محارم سے زنا حلال کردیا گیا، چچا بھتیجی کا نکاح حلال کردیا گیا، پھوپھی بھتیجے کا نکاح حلال کردیا گیا، ماموں بھانجی کا عقد حلال کردیا گیا، خالہ بھانجی کا زنا حلال کردیا گیا، خلاصہ یہ ہے کہ گویا ماں بیٹے کا نکاح حلال کردیا گیا، باپ بیٹی کا نکاح حلال کردیا گیا۔ لاالہ الااللّٰہ ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ۔''

مزید کچھ کلام کرنے کے بعد ارشاد فرمایا''اب سہ بارہ یہ بلائے عظیم لاہور سے اٹھنے کو رہ گئی تھی گویا ہر سولھویں سال اس وبال میں اُبال آتا ہے۔ پہلے ۱۲۹۸ھ میں اٹھا، پھر ۱۳۱۴ھ میں، اب ۱۳۳۰ میں۔ وہابیہ کو ایسے فتوے زیب دیتے تھے کہ ان کے قلوب اوندھے کردئے جاتے ہیں مگر اس بار صدمہ سخت تر ہے کہ ہمارے بعض سنی علماء نے اس میں شرکت کی۔ انا للّٰہ وانا لیہ راجعون۔''

اس کے بعد سیدی اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محارم کے آپس میں نکاح کی حرمت میں احادیث سے دلائل دینے کے بعد آخر میں یوں فرماتے ہیں "الحمد لله اس روشن مسئلہ کا روشن تر کرنا جس طرح مقصودِ فقیر تھا کہ ہر ہر بات ہجے کر کے پڑھا دی جائے، بروجہ اتم حاصل ہوگیا، احباب پر تو یہ سخت شدید عظیم فرض ہے "السر بالسر و العلانية بالعلانية" معاملہ حرامِ قطعی کا ہے جس سے اغماض ناممکن تھا "رجوع الی الحق" میں عار نہیں بلکہ "تمادی علی الباطل" میں۔ اور معاذاللہ اس باطل و مہمل فتوی پر عمل ہو کر نکاح ہوگیا تو یہ زنا اور زنا بھی کیسا زنائے محارم۔ اس کا عظیم وبال تمام فتویٰ دہندوں پر رہے گا اور ہر حرکت، ہر بوسہ، ہر مس کے وقت روزانہ رات دن میں خدا جانے کتنے کتنے بار یہ کبائر و جرائم ان سب کے نامہ اعمال میں ثبت ہوتے رہیں گے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"مَنْ اُفْتِیَ بِغَیْرِ عِلْمٍ کَانَ اِثْمُہٗ عَلٰی مَنْ اَفْتَاہُ." رواہ أبوداؤد والدارمی والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ۔(سنن ابوداؤد ،کتاب العلم،باب التوقی فی الفتیا،الحدیث ۳۶۵۷،ج۳،ص۴۴۹)

ترجمہ: جسے بغیر علم کے فتوی دیا گیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔ اسے ابوداوٗد ،دارمی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا

واللہ تعالیٰ أعلم وعلمه جل مجده أتم وأحكم."

(ملتقطاً۔ فتاوی رضویہ، ج۱۱،ص ۴۸۸ تا ۵۰۳)

مذکورہ بالا فتوے سے متعلق امام اہلسنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزید کلام

اسی مذکورہ فتوی سے متعلق سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مزید سوال ہوا کہ:

''کیا اس مسئلہ میں جو غلطی فتوی دینے والوں کو ہوئی وہ بہت کھلی اور فاحش ہے یا بہت باریک قسم کی غلطی ہے جہاں اعلیٰ درجہ کے علماء بھی مغالطہ میں پڑھ سکتے ہیں؟''

اس کے جواب میں سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں ''نظر بحال زمانہ تو یہ غلطی نہایت دقیق وعمیق بات میں ''خطاء فی الکفر'' کے قبیل سے ہونی چاہیے، مولوی اسحق صاحب دہلوی کے شاگرد رشید مولوی عالم صاحب مراد آبادی نے کھائی، پھر غیر مقلدوں کے شیخ الکل فی الکل مجتھد العصر نذیر حسین صاحب نے کھائی پھر ایک مدعی أنا و لاغیری مولوی بردوانی صاحب نے کھائی اور ایک طویل تحریر بزعم خود اس کے اثبات میں لکھی، پھر زمانہ حال میں ان حضرات کے آڑے آئی۔ مگر نظر بواقع وہ بہت کھلی فاحش جبیں میں ہمارے سنی ذی علم حضرات کا وقوع صرف وہی جواب رکھتا ہے جو حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جبکہ اس جناب سے سوال ہوا'' اَیَزْنِیُ الْعَارِف؟ (یعنی کیا عارف زنا کرسکتا ہے؟)'' دیر تک سر بگریباں رہے پھر سر اٹھا کر (پارہ:۲۲،سورۃ الاحزاب کی آیت: ۳۸ تلاوت کرتے ہوئے) فرمایا:''وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔''(ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے)(اور فرمایا)چونکہ قضا آید طبیب ابلہ شود اذا جاء الْقدر عمی البصر، واذا جاء القضا ضاق الفضاء. (یعنی جب حکم تقدیر آتا ہے تو آنکھ اندھی ہوجاتی ہے اور حکم ربانی کے وقت فضا تنگ ہوجاتی ہے) نسأل اللّٰہ العفو والعافیة، انا للّٰہ وانا الیه راجعون، لاعاصم الیوم الا من رحم ربی، لاحول ولا قوة الاباللّٰہ العلی العظیم. (یعنی ہم اللہ تعالیٰ سے درگزر اور سلامتی طلب کرتے ہیں، بیشک ہم اللہ تعالیٰ کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، آج وہی بچے گا جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی اور عظمت والے معبود کی توفیق سے۔)

علماء اھلسنّت کی خطاء کو چھپانا واجب ھے

مزید فرماتے ہیں ''مولانا! اس فتویٰ باطلہ کا ابقاء ہرگز ٹھیک نہیں، باطل کا اعدام وافناء چاہئے، نہ کہ تحفظ وابقاء۔ بدمذہبوں گمراہوں سے جو اباطیل خارج از مسائلِ مذہب واقع ہوں ان کی اشاعت، مصلحتِ شرعیہ ہے کہ مسلمانوں کا ان پر سے اعتبار اٹھے ان کی ضلالات میں بھی اتباع نہ کریں۔'' مزید لکھتے ہیں ''اور اہلسنّت سے بتقدیرِ الٰہی جو ایسی لغزشِ فاحش واقع ہو اس کا اخفاء واجب ہے کہ معاذ اللہ لوگ ان سے بداعتقاد ہوں گے تو جو نفع ان کی تقریر اور تحریر سے اسلام وسنت کو پہنچتا تھا اس میں خلل واقع ہوگا، اس کی اشاعت، اشاعتِ فاحشہ ہے اور اشاعت فاحشہ بنص قرآنِ عظیم حرام۔'' قال اللہ تعالیٰ:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَھُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۙ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ ؕ (پارہ:۱۸، سورۃ النور، آیت:۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں برا چرچا پھیلے ان کے لئے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں۔

خصوصاً جبکہ وہ بندگانِ خداحق کی طرف بے کسی عذر و تامل کے رجوع فرما چکے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''مَنۡ عَیَّرَ اَخَاہُ بِذَنۡبٍ لَمۡ یَمُتۡ حَتّٰی یَعۡمَلَہٗ.'' (جامع الترمذی، ابواب صفۃ القیٰمۃ، باب منہ، الحدیث ۲۵۱۳ ج٤، ص۲۲٦)

ترجمہ: جس نے اپنے بھائی کو کسی گناہ کی وجہ سے عار دلایا وہ مرنے سے قبل اسی گناہ میں ضرور مبتلا ہوگا۔

الخ۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد۲۹، ص۵۹۳تا۵۹۴)

لہٰذا بکر کو سنی صحیح العقیدہ متدین عالم دین زید کی ہونے والی خطا کی اشاعت سے باز رہنا چاہیے اور اگر اس کی اشاعت کر چکا تو سخت گنہگار ہوا اپنی اشاعت فاحشہ کے حرام گناہ سے اس پر توبہ فرض ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ بکر کو ان بے جا اعتراضات اور اپنے موقف سے رجوع کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم ورسولہ عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبــــــــــــــــــــہ

محمد فضیل رضا القادری العطاری

24 ذی الحجۃ ۱۴۲۷ھ 15 جنوری 2007ء

فتویٰ نمبر (18)

عالم ہونے کیلئے غلط شرائط بیان کرنے کا بھیانک نتیجہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ زید اور بکر کا آپس میں موجودہ دور کے علماء اور مشائخ کے بارے میں اختلاف ہے۔ زید کا کہنا یہ ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کے عالم کہلانے والے اکثر حضرات ہرگز ہرگز عالم نہیں اور پیر وشیخ کہلانے والے اکثر وبیشتر حضرات ہرگز ہرگز پیر نہیں۔ زید اپنے اس خیال پر یہ دلیل دیتا ہے کہ عالم کے لئے چند شرائط ہیں:

(۱) عالم کیلئے پہلی شرط یہ ہے کہ اسے اتنی عربی آتی ہو کہ آسانی کے ساتھ قرآن و حدیث اور دیگر علوم وفنون کی کتابیں پڑھ سکتا ہو۔

(۲) عالم کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ اسے درج ذیل علوم نہ صرف آتے ہوں بلکہ ان پر عبور حاصل ہو۔ (1) قرآن (2) تمام اسلامی عقائد کا ان کے دلائل کے ساتھ علم (3) تفسیر (4) حدیث (5) فقہ (6) تصوف (7) اصولِ تفسیر (8) اصولِ حدیث (9) اصولِ فقہ (10) عربی زبان کا علمِ لغت (11) عربی زبان کا علمِ معانی (12) عربی زبان کا علمِ بیان (13) عربی زبان کا علمِ بدیع (14) علمِ قراءت (15) علمِ میراث (16) صرف (17) نحو (18) عربی ادب (19) علمِ مناظرہ (20) علمِ توقیت اور اس کے علاوہ بھی متعدد علوم۔

(۳) عالم کیلئے تیسری شرط یہ ہے کہ شرط نمبر 2 میں جن علوم کا ذکر کیا گیا ہے یہ اس نے باقاعدہ کسی استاد کے پاس جا کر پڑھے ہوں خواہ درسِ نظامی کے ذریعے پڑھے ہوں یا اس کے متبادل دوسری کتابوں کے ذریعے لیکن اس کا پڑھنا باقاعدہ ہو، اپنے طور پر پڑھنا ہرگز قابلِ قبول نہیں۔

(۴) عالم کیلئے چوتھی شرط یہ ہے کہ اس نے یہ علوم عربی میں پڑھے ہوں، اگر اس نے یہ علوم عربی میں نہ پڑھے ہوں بلکہ صرف اردو میں پڑھے ہوں تو وہ جاہل ہی ہے عالم ہرگز نہیں۔

لہٰذا زید یہ کہتا ہے کہ اگر کسی شخص نے کئی تفسیریں جیسے تفسیر نعیمی کی 17 جلدیں، تفسیر الحسنات کی 7 جلدیں، خزائن العرفان اور نور العرفان وغیرہا کئی تفسیریں پڑھی ہوں وہ قرآن اور تفسیر سے جاہل ہی شمار کیا جائے گا کہ یہ کتابیں عربی میں نہیں بلکہ اردو زبان میں ہیں۔

نیز زید کہتا ہے کہ اگر کسی نے حدیث کی کتابوں کے اردو ترجمے اور ان کی شروحات جیسے بخاری کی شرح نزہۃ القاری کی 8 جلدیں، فیوض الباری کی 10 جلدیں، تفہیم البخاری کی 11 جلدیں، مسلم شریف کی اردو کی مفصل شروح، یونہی مشکوٰۃ شریف کی مفتی احمد یار خان

نعیمی علیہ الرحمۃ کی شرح مراۃ کی 8 جلدیں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی شرح اشعۃ اللمعات کی 6 جلدیں اور اسی طرح دیگر بیسیوں کتبِ احادیث کے ترجمے اور اردو شروحات پڑھی ہوں تب بھی وہ علم حدیث سے جاہل ہی شمار کیا جائے گا کیونکہ اس نے یہ کتابیں اردو میں پڑھی ہیں عربی میں نہیں۔

نیز زید کہتا ہے کہ اگر کسی نے اردو زبان میں تصوف کی کتابیں مثلا احیاء العلوم کی 4 جلدیں ، کیمیائے سعادت، منہاج العابدین، قوت القلوب کی 2 جلدیں، رسالہ قشیریہ، لطائف اشرفیہ از اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ کی 3 جلدیں،عوارف المعارف، مکاشفۃ القلوب، کشف المحجوب، ملفوظاتِ بزرگانِ دین کی بیسیوں کتب پڑھی ہوں وہ تصوف سے جاہل ہی شمار کیا جائے گا کیونکہ اس نے یہ کتابیں اردو میں پڑھی ہیں عربی میں نہیں۔

نیز زید کہتا ہے کہ اگر کسی نے فقہ میں فتاوی رضویہ کی 30 جلدیں ،فتاوٰی عالمگیری مکمل (اردو ترجمے والا)، فتاوی امجدیہ کی 4 جلدیں، فتاوی نوریہ کی 6 جلدیں، فتاوی فیض الرسول کی 3 جلدیں ، فتاوی مصطفویہ اور دیگر اردو فتاوی نیز بہارِ شریعت کے 20 حصے اور اعلیٰ حضرت اور صدر الشریعۃ اور سنی فقہاء کی اردو فقہی کتابیں اگرچہ پڑھی ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ سینکڑوں کی تعداد میں علماء کے اردو میں چھپنے والے فقہی مقالات و تحقیقات بھی پڑھے ہوں تب بھی وہ شخص فقہ سے جاہل ہی شمار کیا جائے گا کیونکہ اس نے یہ کتابیں اردو میں پڑھی ہیں جبکہ عالم کے لئے فقہ کو عربی میں پڑھنا شرط ہے۔

نیز زید کہتا ہے کہ اگر کسی شخص نے اعلیٰ حضرت کی عقائد پر مشتمل سینکڑوں اردو تصنیفات نیز سنی علماء کی عقائد اسلامیہ پر مشتمل سینکڑوں تصنیفات کا مطالعہ کیا ہو وہ ہرگز عالم نہیں

بلکہ جاہل ہے کہ اس نے یہ عقائد اردو میں پڑھے ہیں جبکہ عالم ہونے کیلئے عقائد کا عربی میں پڑھنا ضروری ہے بلکہ عقائد میں اگرکسی نے عربی میں شرح عقائد نسفی، شرح فقہ اکبر کا مطالعہ بھی کرلیا تو وہ شخص عقائد کا عالم نہیں مانا جائے گا کیونکہ عربی کی یہ کتابیں مختصر ہیں ضروری ہے کہ اس نے شرح مواقف، شرح مقاصد وغیرہما مفصل عربی کتب کا مطالعہ کیا ہو۔

زید یہ بھی کہتا ہے کہ قرآن وحدیث اور عقل کے دلائل جانے بغیر صرف اپنے ماں باپ کی تعلیم سے یا اساتذہ سے سیکھ کر یا کسی غیر مدلل کتاب مثلا بہارِشریعت وغیرہ سے سیکھ کر صحیح عقائد رکھنے والا شخص عالم اور پیر تو دور کی بات ہے ایک نیک مسلمان کہلانے کے لائق بھی نہیں بلکہ وہ گناہگار ہے کہ عقائد کو دلائل سے جاننا ضروری ہے۔

زید کا تمام علوم کے بارے میں یہی خیال ہے کہ ہر علم میں عربی کی شرط ہے۔ پھر زید یہ بھی کہتا ہے کہ اگرکسی نے اپنے طور پر عربی سیکھ کر تفسیر، حدیث، شروحِ حدیث، فقہ، تصوف پڑھ بھی لیا تو اگر اس نے یہ کتابیں یا ان کی بنیادی کتابیں کسی استاد کے پاس جاکر باقاعدہ نہ پڑھی ہوں تو وہ بھی جاہل شمار کیا جائے گا بلکہ یہ سب کچھ پڑھنے والا نیم ملا، خطرۂِ ایمان قرار دیا جائے گا کیونکہ عالم ہونے کیلئے یہ بھی شرط ہے کہ اس نے بذاتِ خود پڑھنے کی بجائے کسی استاد سے یہ کتابیں پڑھی ہوں۔

زید یہ بھی کہتا ہے کہ اگر پاکستان و ہندوستان کے علماء ومشائخ کہلانے والے بہت سے حضرات مذکورہ بالا کتابیں پڑھے ہوئے بھی ہوں، علماء کی صحبتیں اٹھاتے ہوں، مسائل سیکھنے کا شوق رکھتے ہوں، علماء کاملین سے بکثرت مسائل پوچھتے ہوں، لوگوں کو کتابوں سے مثلاً بہارِشریعت سے درس دیتے ہوں، علماء کے مسائل پر گفتگو کرنے کیلئے ہونے والی علمی نشستوں

میں اول تا آخر ذوق شوق سے شرکت کرتے ہوں اوران کے مطالعے، تجربے، شوق اور ذہانت کے پیشِ نظر اگرچہ علماء بھی ان سے مسائل میں رائے معلوم کرتے ہوں، اہلسنّت کے جید و مستند اکابر علماء بھی ان کے علم وفضل کی گواہی دیتے ہوں بلکہ انہیں علماء قرار دیتے ہوں اور اپنی خلافتیں دیتے ہوں۔ یہ سب کچھ ہونے کے باوجود بھی ایسے علماء و مشائخ کہلانے والے جاہل محض سے بدتر، نیم ملا، خطرہ ایمان ہی ہیں کیونکہ ان کا مطالعہ صرف اردو میں ہے اور انہوں نے باقاعدہ سبقاً سبقاً کتابیں نہیں پڑھیں اور جہاں تک اردو مطالعے، علماء سے مسائل پوچھنے، علماء کی صحبت میں بیٹھنے، مسائل کا درس دینے کا تعلق ہے تو اس سے آدمی عالم نہیں بن جاتا بلکہ جاہل ہی رہتا ہے اور جہاں تک علماء و مشائخ کے خلافت دینے کا تعلق ہے تو فی زمانہ خلافتیں ایسے ہی بٹتی پھرتی ہیں، ذاتی تعلقات، پیسے، شہرت کیلئے خلافتیں دی جارہی ہیں، نااہلوں، فاسقوں، بچوں تک کو ہمارے علماء خلافتیں دیدیتے ہیں لہٰذا موجودہ زمانے کے اکابر علماء و مشائخ کا خلافتیں دینا بھی لغو ہے اور کسی بڑے سے بڑے عالم کا عرصہ دراز تک کسی شخص کو دیکھ پرکھ کر عالم کہہ دینا بھی بے فائدہ ہے کہ یہ ایسے ہی حسنِ ظن یا خطائے محض کی بنا پر کہہ دیا جاتا ہے۔

زید کہتا ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کے اکثر آستانوں کے پیر صاحبان، مساجد کے ائمہ، مشہور و معروف خطباء، مقررین، درسِ نظامی پڑھانے والے مدرسین، اوپر ذکر کئے بیس (20) سے زائد علوم میں مہارت نہ رکھنے والے شیوخ القرآن، شیوخ الحدیث، مفتیانِ کرام سب جاہل ملا، خطرہِ ایمان ہیں کیونکہ عالم ہونے کیلئے بیس سے زائد علوم میں مہارت ضروری ہے۔

اور چونکہ پیر بننے کیلئے عالم ہونا شرط ہے تو جو عالم نہیں وہ پیر بننے کا مستحق نہیں لہٰذا

چونکہ پورے برصغیر میں صورت حال ایسی ہی ہے کہ زید کی بیان کردہ شرائط پر بڑے بڑے علماء و پیر صاحبان پورے نہیں اترتے تو ان کا لوگوں کو مرید بنانا حرام اور لوگوں کا ان سے مرید ہونا حرام، ان کو خلافتیں دینا حرام، لوگوں کو ان کی بیعت کی ترغیب دینا حرام، ان کا وعظ کرنا حرام، ان کے وعظ سننا حرام اور ہندوستان و پاکستان کی کروڑوں عوام بلکہ خواص اور مذہبی و غیر مذہبی لوگ سب اس حرام فعل کے اعلانیہ مرتکب اور اعلانیہ فاسق و فاجر ہیں۔ سب پر توبہ فرض ہے۔

زید کے ان اقوال کے مقابلے میں بکر کہتا ہے کہ زید کے اقوال شریعت وطریقت وحقیقت بلکہ عقل صحیح سے بھی باہر ہیں۔ ایسا کلام گزشتہ چودہ صدیوں میں کسی عاقل بالغ نے نہ کیا ہوگا اور اس طرح کی شرائط لگا کر کروڑوں مسلمانوں، لاکھوں علماء وصلحاء کو فاسق و فاجر اور حرام کے اعلانیہ مرتکب قرار دینا سراسر بدفہمی ہے جس کا علاج علمی دنیا میں مشکل ہے۔ زید کے اقوال نادانی میں علماء ومشائخ دشمنی پر مشتمل ہیں اور سب کو یوں جاہل وفاسق قرار دینے کو باطنی امراض کے ماہرین نے عموما اپنی علمیت وفضیلت وجامعیت وفوقیت بیان کرنے کے امراض میں بیان کیا ہے اور ایسی باتوں میں انانیت وتعلّی وتفاخر کے چھپے ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے لہٰذا اپنے قلب پر غور کر لینا مناسب ہے۔

زید کی عبارتیں تمام ہندوستان و پاکستان کے مسلمانوں کیلئے انتہائی دل آزار اور بدمذہبوں کو عوامِ اہلسنّت کو بہکانے کیلئے، ایک بدترین طریقہ ان کے ہاتھ میں دینے کے مترادف ہیں۔

بکر کہتا ہے کہ امام اہلسنّت، مجددِ دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے عالم کی آسان الفاظ میں تعریف یہ بیان فرمائی ہے: ''عالم کی یہ تعریف ہے کہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور مستقل ہو اور اپنی ضروریات کو کتاب سے نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے (پھر مزید فرماتے ہیں کہ) صرف کتب بینی کافی نہیں بلکہ علم افواہِ رجال سے بھی حاصل ہوتا ہے۔''

(ملفوظات، ص ۱۱)

نیز اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''(پیر ہونے کیلئے) دوسری شرط فقہ کا اتنا علم کہ اپنی حاجت کے سب مسائل جانتا ہو اور حاجت جدید پیش آئے تو اس کا حکم کتاب سے نکال سکے۔ بغیر اس کے اور فنون کا کتنا ہی بڑا عالم ہو عالم نہیں۔'' (فتاوی رضویہ قدیم جلد ۱۲، ص ۲۱۲)

نیز اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''سند کوئی چیز نہیں، بہتیرے سند یافتہ محض بے بہرہ ہوتے ہیں اور جنہوں نے سند نہ لی ان کی شاگردی کی لیاقت بھی ان سند یافتوں میں نہیں ہوتی، علم ہونا چاہیے، اور علم الفتوی پڑھنے سے نہیں آتا جب تک مدتہا کسی طبیبِ حاذق کا مطب نہ کیا ہو مفتیانِ کامل کے بعض صحبت یافتہ کہ ظاہری درس وتدریس میں پورے نہ تھے مگر خدمت علماءِ کرام میں اکثر حاضر رہتے اور تحقیقِ مسائل کا شغل ان کا وظیفہ تھا فقیر نے دیکھا ہے کہ وہ مسائل میں آج کل کے صدہا فارغ التحصیلوں بلکہ نام کے مفتیوں سے بدر جہا زائد تھے پس اگر شخصِ مذکور فی السوال خواہ بذاتِ خود خواہ بفیضِ صحبتِ علماءِ کاملین علم کافی رکھتا ہے جو بیان کرتا ہے غالباً صحیح ہوتا ہے اس کی خطا سے اس کا صواب زیادہ ہے تو حرج نہیں۔''

(فتاوی رضویہ جلد ۲۳ صفحہ ۶۸۳)

نیز اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''(پیر بننے کیلئے ایک شرط یہ ہے کہ) علم فقہ اس کی اپنی ضرورت کے قابل کافی (ہو) اور (یہ بھی) لازم (ہے) کہ عقائد اہل سنت سے پورا واقف (ہو

اور) کفر واسلام وضلالت وہدایت کے فرق کا خوب عارف ہو ورنہ آج بدمذہب نہیں (تو) کل ہو جائے گا''فمن لم یعرف الشر فیوماً یقع فیہ ''یعنی جوشر سے آگاہ نہیں وہ ایک دن اس میں پڑ جائے گا،صدہا کلمات وحرکات ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے اور جاہل براہِ جہالت ان میں پڑ جاتے ہیں اول تو خبر ہی نہیں ہوتی کہ ان سے قول یا فعلِ کفر صادر ہوا اور بے اطلاع توبہ ناممکن تو مبتلا کے مبتلا ہی رہے۔'' (فتاوی افریقہ،ص ۱۳۷،نوری کتب خانہ لاہور)

ان عبارتوں کی روشنی میں بکر کہتا ہے کہ عالم کی تعریف کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) اسلامی عقائد سے مکمل طور پر آگاہ ہو اگرچہ اس نے عربی کی بڑی ضخیم کتابیں شرح مواقف اور شرح مقاصد وغیرھما نہ پڑھی ہوں۔

(۲) اپنی ضرورت کے شرعی مسائل جانتا ہو خواہ ان کا تعلق ظاہری اعمال سے ہو یا باطنی قلبی اعمال سے۔

(۳) کوئی نئی ضرورت پیش آجائے تو بغیر کسی کی مدد کے کتاب سے اس کا جواب نکال سکے خواہ فتاوی رضویہ اور بہارِ شریعت یا اس طرح کی کسی دوسری اردو کی کتاب سے نکالے۔

(۴) شرعی مسائل کی اچھی واقفیت کافی ہے اگرچہ اردو کتابیں پڑھ کر اور اس کے ساتھ علماء سے معلوم کر کے اور سمجھ کر ہو اور اگرچہ سبقاً سبقاً نہ پڑھا ہو۔

(۵) عالم کے مختلف درجات ہوتے ہیں: عالم کا لفظ مجتہد کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے، فقیہ کو بھی عالم کہتے ہیں، مفتی ناقل کو بھی عالم کہتے ہیں اور عالم کے بارے میں وارد فضائل حاصل کرنے کیلئے اور پیر ہونے کیلئے جس قدر علم کی ضرورت ہے اس کے جاننے والے کو بھی

عالم کہتے ہیں۔ ایک جگہ کی تعریف اٹھا کر دوسری جگہ منطبق کرنا انتہائی غلط فہمی یا بد دیانتی پر مبنی ہے۔ (اللہ بہتر جانتا ہے۔)

(٦) عالم اور پیر کے لئے بیس سے زائد علوم کا ماہر ہونا ہرگز ضروری نہیں بلکہ اتنا علم ہی کافی ہے جتنا اعلیٰ حضرت کی عبارتوں میں ذکر کیا گیا ہے۔

ان تمام عبارتوں کے مقابلے میں زید کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی ساری عبارتوں سے یہی مراد ہے کہ اس نے یہ علوم عربی میں پڑھے ہوں، باقاعدہ کسی استاد سے سبقاً سبقاً پڑھے ہوں اور بیس یا اس سے زائد علوم ہی پڑھے ہوں اگر کم ہوں گے تو بہر حال جاہل ہی شمار کیا جائے گا۔

زید اور بکر کے اقوال کو سامنے رکھتے ہوئے علماء دین کی خدمت میں عرض ہے کہ ان میں کون حق پر ہے اور کون باطل پر؟ وضاحت کے سامنے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل فرما کر اہلسنّت کو ایک عظیم فتنے سے محفوظ فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا فی الدارین (سائل: عبداللہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن، زوالِ امت وسنّیت کے اس زمانے میں غیروں کے تابڑتوڑ حملوں کے ساتھ ساتھ اپنے کہلانے والے بھی دانستہ یا نادانستہ گلشنِ اسلام کو پامال اور گلستانِ اہلسنّت کو ویران کرنے اور چمنستانِ علماء و مشائخ کو خزاں رسیدہ بنانے، عمارتِ اسلام کی بیخ کنی، قلعہ اسلام میں رخنہ اندازی، امت مسلمہ میں انتشار و افتراق اور عوام میں علماء و مشائخ سے نفرت و عداوت کا بیج بونے اور شیطان کی بھرپور معاونت کرنے میں مصروف و مشغول ہیں۔

زید اپنے اقوال کی روشنی میں ہرگز ہرگز ہوش وحواس کی حالت میں معلوم نہیں ہوتا۔اہلسنّت کے علماء ومشائخ پر ایسے حملے تو آج تک شاید بدمذہبوں نے بھی نہ کیے ہوں گے۔اپنے ہی مسلک کے علماء کو جہلاء، مشائخ کو فساق، شیوخ کو فجار، خیر خواہوں کو بدخواہ، بزرگوں کو احمق، اکابر کو قابلِ اہانت، عظیم کتابوں کو ناقص الافادہ قرار دینا ہرگز ہرگز اسلام، سنیت، مسلمانوں کی خیر خواہی نہیں بلکہ واقعتاً شہد دکھا کر زہر پلانا، تریاق بتا کر سانپ سے ڈسوانا ہے۔کیا زید نہیں جانتا کہ اس کے اقوال کی ظلمت کے دائرے میں کون کون سے چہرے چھپ جاتے ہیں؟اور کن کن اکابر پر کیچڑ اچھالا گیا ہے؟اور کن کن کو صفِ علماء سے نکال کر صفِ جہلاء اور صفِ صلحاء سے نکال کر صفِ فساق میں کھڑا کرنے کی کوشش کی گئی ہے؟چودہ صدیوں میں آج تک کسی مجتہد، مفسر، محدث، محقق، فقیہ، صوفی، مفتی، متقی نے قرآن کی تفسیر اور مصطفٰے کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی احادیث کی شرح اور علوم ظاہریہ و باطنیہ کے عظیم ذخائر میں کسی جگہ یہ بیان نہیں کیا کہ عالم دین کے فضائل حاصل کرنے کیلئے عربی زبان اور عربی زبان میں باقاعدہ کسی سے سبقاً سبقاً بیس سے زائد علوم پر مہارت وعبور حاصل کرنا ضروری ہے ورنہ ہرگز عالم نہیں بلکہ جاہلوں میں شامل ہے اور کوئی عاقل وفہیم ایسی احمقانہ وجاہلانہ بات کس طرح کہہ سکتا ہے جبکہ اس قول سے آج تک کے کروڑوں علماء کو **معاذاللہ** جاہل وفاسق کہنا لازم آتا ہے۔

صحابہ کے اعتبار سے تو اس کلام میں پڑنا بھی قلب پر شاق گزرتا ہے ان کے مابعد تابعین وتبع تابعین اور محدثین کو سامنے رکھ کر زید کے اقوال کو دیکھیں کہ زید علم الکلام کو لازم قرار دیتا ہے اور اکابر تابعین ومجتہدین کس قدر اس کے خلاف کلام فرماتے ہیں۔

غلط شرائط کا ابطال مختلف دلائل سے

زید علم المناظرہ کو لازم قرار دیتا ہے جبکہ اکابر علماء مثل امام غزالی علیہ الرحمۃ کس قدر اس کے خلاف تحریر فرماتے ہیں اور جس مقصد کیلئے علم المناظرہ سیکھنا چاہیے کیا صرف ایک آدھ کتاب پڑھ لینے سے وہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے، کیا ایک مناظرہ رشیدیہ پڑھنے والا علم المناظرہ میں کفایت کرنے والا مانا جائے گا حالانکہ یہ بات ہر معمولی سی سمجھ والا جانتا ہے کہ مناظرے میں مناظرہ رشیدیہ کے جزئیات کافی نہیں ہوتے، بیدار مغزی، حاضر جوابی وغیرہ بھی ضروری ہوتی ہے کیا مناظرہ رشیدیہ پڑھ کر یہ سب حاصل ہو جاتا ہے؟ اور اگر کسی نے سب علوم وفنون حاصل کر لیے اور فطری تیزی نہ ہونے کی وجہ سے مناظرہ نہ کرسکتا ہو تو کیا وہ جاہل قرار پائے گا؟ کیا زید جن کو عالم سمجھتا ہے وہ سب علم المناظرہ کے عالم اور مناظر ہیں؟

زید علم المیراث کو لازم قرار دیتا ہے جبکہ جملہ اہلِ اسلام اسے علم کفایہ قرار دیتے ہیں کہ اگر ایک شہر میں ایک ہزار علماء ہوں اور ان میں ایک بھی علم المیراث جانتا ہو اور شہر والوں کو کفایت کرتا ہو تو نوسو ننانوے میں سے کسی پر کلام نہیں۔ یہ عجیب جہالت ہے کہ اگر ایک ہزار علماء ہیں تو سب پر علم المیراث سیکھنا فرض ہو یہ صاف صاف اپنی طرف سے نئی شریعت گھڑنا ہے کہ اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک کے علم کو کافی قرار دیا اور زید ہزار پر فرض قرار دے رہا ہے۔ یہی حال زید کے ذکر کردہ دیگر بہت سے علوم کا ہے۔

زید نے اپنے کلام میں بیسیوں علوم پر مشتمل اردو زبان کی سینکڑوں بلکہ ہزاروں کتابوں اور بلامبالغہ ہزاروں علماء بشمول اعلیٰ حضرت، صدرالشریعۃ، صدرالافاضل، ملک العلماء، مفتی اعظم ہند، حکیم الامت، غزالی زمان، محدثِ اعظم سب علماء پر درپردہ دانستہ یا

نادانستہ رد کیا ہے کہ اہلسنّت کے اکابر وافاضل، اجیاد و اماثل سب کی تحقیقات، تنقیحات، تدقیقات کو ایک عالم بننے کیلئے بھی کافی قرار نہیں دیا۔ معاذ اللہ یہ سارے علماء وفقہاء ومفسرین و محدثینِ اہلسنّت مل کر اردو زبان میں اتنا نہ لکھ سکے کہ کوئی آدمی ان کی کتابیں پڑھ کر درمیانے درجے کا عالم ہی بن جائے۔

لمحۂ فکریہ

کہاں ہمارے وہ علماء وصلحاء واتقیاء وحکماء وصحیح الفہم بزرگ اور مصنفین جو اعلیٰ حضرت اور دیگر سنی علماء پر اوران کی کتابوں پر شاندار تبصرے کرتے ہیں، ان کی کتابوں کو شریعت اسلامیہ کا مخزن، فقہ اسلامی کا انسائیکلو پیڈیا اور حکمت اسلامیہ کا منبع قرار دیتے ہیں اور عالم بننے کیلئے ان کتابوں کے مطالعے پر زور دیتے ہیں خصوصا فتاوی رضویہ، بہار شریعت اور احیاء العلوم کو اہلسنّت کے اکابر واصاغر کی اکثریت اپنے ذاتی ضرورت کے مسائل اور دیگر ہزاروں لوگوں کو پیش آنے والے مسائل کیلئے کافی قرار دیتی ہے ایک طرف تو ہمارے یہ علماء ہیں اور دوسری طرف زید ہے جو بجائے اپنے علماء کی تحقیقات کو پھیلانے اوراجاگر کرنے اوران کی ترغیب دینے کے یہ کہہ کر لوگوں کے دلوں سے ان کی اہمیت گھٹانے کی کوشش کررہا ہے کہ یہ سب کچھ پڑھنے سے بھی آدمی عالم نہیں بنتا بلکہ جاہل کا جاہل ہی رہتا ہے بلکہ اگر پہلے جاہل تھا تو اب جاہلِ محض سے بدتر، نیم ملا، خطرہ ایمان بن گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ دین کی کیسی خدمت ہے کہ علماء کی شان گھٹائی جائے، ان کیلئے تنگ سے تنگ شرائط و قیود رکھی جائیں تاکہ نہ کوئی عالم کی تعریف پر پورا اترے اور نہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں اورنہ لوگوں کو کسی صاحبِ علم کی تعظیم وخدمت کرنی پڑے یونہی اسی طرح کی شرائط پیر کیلئے

بھی رکھ دیں تا کہ نہ ہمارے زمانے کے سنی پیرانِ عظام ومشائخ کرام اس پر پورے اتریں اور نہ لوگ مشائخ کی طرف رجوع کریں اور یوں اہلسنّت کی بقا اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم سنت بیعت کو بیخ وبن سے اکھیڑ دیا جائے۔ بدمذہبوں کی حالت یہ ہے کہ اگر ان کی ایک ہزار کتابوں کا بھی مطالعہ کرلیں تو ہر کتاب ان کے علماء ومشائخ کی تعریف وتوصیف اور مبالغہ آمیز علمی واقعات لکھے ہوتے ہیں اور زید کی حالت یہ ہے کہ اہلِ حق، اہلِ سنت کے حقیقی علماء ربانیین اور مشائخ مہدیین ومہتدین کی عزت وعظمت بیان کرنے اور عوام کے دلوں میں ان کی وقعت بڑھانے کی بجائے سب کو اس قدر برے انداز میں رگیدنے اور جاہل قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ عقل دنگ ہے یقیناً یہ سب کچھ علماء ومشائخ کے اور اہلسنّت کے عظیم سلسلہ بیعت کے خلاف کسی سازش اور فتنے کی بنیاد بن سکتا ہے بلکہ بن رہا ہے۔

عالم کی درست تعریف اور شرائط کا بیان

بکر نے جو عالم کی تعریف کے بارے میں مذکور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی عبارتوں میں عالم کی واضح تعریف موجود ہے اور وہی تعریف پیر کے لئے عالم ہونے کی شرط میں مقصود ہے۔ ذیل میں ہم عبارتوں کے نمبر دے کر اکابرینِ اہلِ سنت کا کلام نقل کریں گے تا کہ خلاصہ کلام میں آسانی رہے۔

امام اہلسنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک عالم کی تعریف

عبارت نمبر 1 :

امام اہلسنّت، مجددِ دین وملت شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے عالم کی آسان

الفاظ میں تعریف یہ بیان فرمائی ہے: ''عالم کی یہ تعریف ہے کہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور مستقل ہو اور اپنی ضروریات کو کتاب سے نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے (پھر مزید فرماتے ہیں کہ) صرف کتب بینی کافی نہیں بلکہ علم افواہِ رجال سے بھی حاصل ہوتا ہے۔'' (ملفوظات، ص ۱۱)

عبارت نمبر 2:

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''(پیر ہونے کیلئے) دوسری شرط فقہ کا اتنا علم کہ اپنی حاجت کے سب مسائل جانتا ہو اور حاجت جدید پیش آئے تو اس کا حکم کتاب سے نکال سکے۔ بغیر اس کے اور فنون کا کتنا ہی بڑا عالم ہو عالم نہیں۔'' (فتاوی رضویہ قدیم، جلد ۱۲، صفحہ ۲۱۲)

عالم ہونے کیلئے سند ضروری نہیں

عبارت نمبر 3:

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''سند کوئی چیز نہیں، بہتیرے سند یافتہ محض بے بہرہ ہوتے ہیں اور جنہوں نے سند نہ لی ان کی شاگردی کی لیاقت بھی ان سند یافتوں میں نہیں ہوتی علم ہونا چاہیئے، اور علم الفتوی پڑھنے سے نہیں آتا جب تک مدتہا کسی طبیبِ حاذق کا مطب نہ کیا ہو مفتیانِ کامل کے بعض صحبت یافتہ کہ ظاہری درس و تدریس میں پورے نہ تھے مگر خدمت علماءِ کرام میں اکثر حاضر رہتے اور تحقیقِ مسائل کا شغل ان کا وظیفہ تھا فقیر نے دیکھا ہے کہ وہ مسائل میں آج کل کے صدہا فارغ التحصیلوں بلکہ نام کے مفتیوں سے بدرجہا زائد تھے پس اگر شخصِ مذکور فی السوال خواہ بذاتِ خود خواہ بفیضِ صحبتِ علماءِ کاملین کافی علم رکھتا ہے جو بیان کرتا ہے غالباً صحیح ہوتا ہے اس کی خطا سے اس کا صواب زیادہ ہے تو حرج نہیں۔''

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۳، ص ۶۸۳)

پیر کیلئے کتنا علم ضروری ہے؟

عبارت نمبر 4:

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''(پیر بننے کیلئے ایک شرط یہ ہے کہ) علم فقہ اس کی اپنی ضرورت کے قابل کافی (ہو) اور (یہ بھی) لازم (ہے) کہ عقائد اہل سنت سے پورا واقف (ہو اور) کفر و اسلام وضلالت وہدایت کے فرق کا خوب عارف ہو ورنہ آج بدمذہب نہیں (تو) کل ہو جائے گا ''فمن لم یعرف الشر فیوماً یقع فیہ ''یعنی جو شر سے آگاہ نہیں وہ ایک دن اس میں پڑ جائے گا، صدہا کلمات وحرکات ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے اور جاہل براہِ جہالت ان میں پڑ جاتے ہیں اول تو خبر ہی نہیں ہوتی کہ ان سے قول یا فعلِ کفر صادر ہوا اور بے اطلاع توبہ ناممکن تو مبتلا کے مبتلا ہی رہے۔'' (فتاوی افریقہ، ص ۱۳۷ نوری کتب خانہ لاہور)

پیر کیلئے کتنا علم ہونا ضروری ہے؟ صدرالشریعۃ علیہ الرحمۃ کی وضاحت

عبارت نمبر 5:

صدرالشریعۃ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''(پیر کی چوتھی شرط یہ ہے کہ) بقدرِ ضرورت علم رکھتا ہو کہ اوامر کا امتثال اور نواہی سے اجتناب کرسکے اور جب علم نہ ہوگا تو شیطان کے دھوکے میں آنا کچھ مستبعد نہیں۔'' (فتاوی امجدیہ، ج ۴، ص ۳۲۳، مطبوعہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی)

عبارت نمبر 6:

صدرالشریعۃ علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں: ''پیر کے شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ بقدرِ ضرورت علم رکھتا ہوتا کہ فرض و واجب کا ترک نہ ہو اور حرام سے بچے، صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں: ''صوفی بے علم مسخرۂ شیطان ست (یعنی بے علم صوفی شیطان کا مسخرہ ہے)'' اور بغیر علم مکائد شیطان سے ہرگز نجات نہیں پا سکتا پھر دوسروں کو کیا رہنمائی کر سکتا ہے۔''

(فتاوی امجدیہ، ج ۴، ص ۵۱، مکتبہ رضویہ کراچی)

عبارت نمبر 7:

صدرالشریعۃ علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں: ''(پیر کی دوسری شرط یہ ہے کہ) اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضروریات کے مسائل کتابوں سے نکال سکے۔'' (بہارِ شریعت، حصہ ۱، ص ۶۴)

عبارت نمبر 8:

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''(پیری کی) دوسری شرط یہ ہے کہ مسائل شرعیہ ضروریہ سے واقف اور اس کا عامل ہو۔'' (فتاوی ملک العلماء، ص ۳۱۹)

عبارت نمبر 9:

مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''مریدوں کو کسی سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق ایسے شخص سے جو اپنی ضرورت کے مسائل جانتا اور یاد نہ ہونے پر کتاب سے نکال سکتا ہو۔'' (فتاوی مصطفویہ، ص ۵۰۴، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

عبارت نمبر 10:

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ''سبع سنابل'' کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں: ''اے برادر! پیری و مریدی رسمے و اسمے بیش نہاندہ است وآں اسم و

رسم نیز مبنی بچند شرائط مے داں که بے آں شرائط اصلا پیری و مریدی درست نیست ۔ اما نخست از شرائط پیری یکے آنست که پیر مسلك صحيح داشته باشد دوم از شرائط پیری انست که پیردر ادائے حق شریعت قاصر و متهاون نباشد۔ سوم از شرائط پیری آنست که پیر را عقائد درست بودموافق مذہب سنت و جماعت پس ایں رسمے که پیری و مریدی مانده است بے ایں سه شرائط اصلا درست نیست ''

(ترجمہ: اے بھائی! پیری اور مریدی سے سوائے رسم اور نام کے کوئی اور چیز باقی نہیں رہی اور وہ نام و رسم بھی چند شرطوں پر مبنی ہے کہ بغیر ان شرطوں کے پیری اور مریدی درست ہی نہیں ہوسکتی۔ تو پیری کی بنیادی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ پیر صحیح مسلک رکھتا ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ پیر شریعت کے حقوق کی ادائیگی میں پیچھے رہ جانے والا اور سستی برتنے والا نہ ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ پیر کے عقیدے اہل سنت و جماعت کے موافق درست ہوں۔ لہٰذا پیری و مریدی کی جو رسم ابھی باقی ہے ان تینوں شرطوں کے بغیر درست ہی نہیں ہوسکتی۔) (فتاوی رضویہ قدیم، ج ۱۲، ص ۲۰۱)

اسی عبارت نمبر 10 کو ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ نے فتاوی ملک العلماء صفحہ 318 میں اور علامہ مصطفےٰ رضا خان نوری علیہ الرحمۃ نے فتاویٰ مصطفویہ، صفحہ 504 میں نقل فرمایا۔

ملك العلماء رحمة الله تعالیٰ عليه کے نزدیك پیر کیلئے ضروری علم کی وضاحت

عبارت نمبر 11:

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ نے غوثِ زمان، امام السالکین، قطب

الواصلین حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات شریفہ "**الابریز**" سے قولِ فیصل نقل فرمایا ہے امید ہے کہ ساری بحث کا خلاصہ ثابت ہوگا:

اذا لم یکن علم لدیه بظاهر ولا باطن فاضرب به لجج البحر قال الشیخ رضی اللّٰه تعالیٰ عنه مراده بعلم الظاهر علم الفقه والتوحید ای القدر الواجب منهما علی المکلف ومراده بعلم الباطن معرفة اللّٰه تعالیٰ۔

ترجمہ: جب پیر کے پاس نہ علمِ ظاہری ہو اور نہ علم باطنی تو اسے سمندر کی گہرائیوں میں ڈال دو (یعنی اسے چھوڑ دو) شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس کلام کی مراد یہ ہے کہ پیر علم ظاہر یعنی فقہ کا علم اور توحید وعقائد کا علم جانتا ہو یعنی فقہ اور عقائد میں سے جتنا علم سیکھنا مکلّف پر واجب ہے وہ پیر کو آتا ہو اور علم باطن جاننے سے مراد **اللہ** تعالیٰ کی معرفت ہے۔"

مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ پیر کے لئے ضروری ہے کہ کسی مدرسہ سے دستارِ فضیلت پائے ہوئے ہو بلکہ اس کو علم باللہ اور علم باحکام اللہ ہو۔ مسائل اعتقادیہ وعملیہ فقہ وقلبیہ تصوف سے بے بہرہ و بے علم نہ ہو"۔ (فتاوی ملک العلماء ص۳۲۰، مطبوعہ المجمع الرضوی بریلی شریف)

علامہ غلام جیلانی میرٹھی رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه کی وضاحت

عبارت نمبر 12:

امام النحو، شارحِ بخاری حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"(پیر کی تیسری شرط یہ ہے کہ) عالم ہو یعنی علم فقہ اپنی ضرورت کے قابل جانتا ہو اور عقائد اہلسنّت سے پورا واقف، کفر واسلام، ضلالت وہدایت کے فرق کا خوب عارف ہو۔" (بشیر القاری ص۶۲)

اکابر علماء اہلسنّت کے اقوال کا خلاصہ

یہ عبارتیں اہلسنّت کے اکابر علماء کی ہیں۔ ان بارہ (12) عبارتوں کو بارہ (12) مرتبہ پڑھ لیں زید کے بیان کردہ بیس (20) علوم کا دور دراز تک تذکرہ بلکہ نام و نشان بھی نہیں ہے ان تمام عبارتوں کو سامنے رکھ کر جو خلاصہ کلام نکلتا ہے وہ یہ ہے:

(۱) عقائد کا علم ہو تاکہ کفر و اسلام اور ہدایت و گمراہی سے اجتناب کر سکے جیسا کہ عبارت نمبر ایک (1)، چار (4)، گیارہ (11) اور بارہ (12) میں ہے۔

(۲) بقدرِ ضرورت علم رکھتا ہو یعنی عالم ہو، مسائل شرعیہ ضرور یہ جانتا ہو اور اس کا مقصد یہ ہے کہ فرض و واجب کا تارک نہ ہو اور حرام سے بچے، اوامر (جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے) پر عمل ہو اور نواہی (جن کاموں سے منع کیا گیا ہے) سے اجتناب ہو جیسا کہ عبارت نمبر پانچ (5)، چھ (6)، گیارہ (11) اور بارہ (12) میں ہے۔

(۳) اگر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو یا یاد نہ رہے یا نیا پیش آئے تو اسے بغیر کسی کی مدد کے کتابوں سے نکال سکے جیسا کہ عبارت نمبر ایک (1)، دو (2)، سات (7) اور نو (9) میں ہے۔

(۴) علم کتابیں پڑھ کر اور علماء سے سن کر اور ان کی صحبت میں رہ کر بھی حاصل ہوتا ہے جیسا کہ عبارت نمبر ایک (1) اور تین (3) میں ہے۔

(۵) سند کی ضرورت نہیں بلکہ علماء سے پوچھ پوچھ کر اور مسائل کی بار بار تحقیق کر کے بھی آدمی عالم بن جاتا ہے بلکہ درسِ نظامی پڑھے ہوئے بلکہ پڑھانے والے بلکہ نام کے مفتیوں سے زائد علم والا ہو سکتا ہے جیسا کہ عبارت نمبر تین (3) میں ہے۔

(۶) عالم بننے کیلئے عقائد اور فقہ کا علم بنیادی علم ہے اگر کسی کو عقائد اور فقہ کا علم نہیں آتا

تو اگرچہ دوسرے علوم میں ماہر بھی ہو تب بھی ہرگز عالم نہیں اور دوسرے علوم میں ماہر نہ ہو لیکن عقائد و فقہ کا علم رکھتا ہو تو وہ عالم ہے جیسا کہ عبارت نمبر چار (4) ، گیارہ (11) اور بارہ (12) میں ہے۔

زید کی کم فہمی

اب ہم اصل حقیقت آپ کو بتاتے ہیں: وہ یہ کہ مذکورہ تمام عبارتوں میں جو عالم کی شرط بیان کی گئی ہے اس کا اصل ماخذ سبع سنابل کی وہ عبارت ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پیر شریعت کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی اور سستی کرنے والا نہ ہو چونکہ حقوق شریعت کی ادائیگی میں کوتاہی اور سستی سے بچنا شرعی احکام کے جاننے پر موقوف ہے اس لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے موقوفاً علیہ اسے بطورِ شرط کے بیان کیا اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے بعد خلفائے اعلیٰ حضرت علیہم الرحمۃ نے اسے بیان کیا، تو جس شرط کا اصل مفاد و مقصد یہ تھا اسے اٹھا کر بیس (20) علوم اور عربی جاننے پر جا کر لٹکا دینا سراسر کم فہمی اور کم علمی ہے۔

سبع سنابل میں جو دوسری شرط بیان کی ہے جو ہماری عبارت نمبر دس (10) میں ہے اس کا حقیقی مقصود و مفہوم ملک العلماء علیہ الرحمۃ نے عبارت نمبر آٹھ (8) میں بیان کیا ہے۔

لفظ عالم کے مختلف اطلاقات کا بیان

زَید جن عبارتوں سے استدلال کرتا ہے اس کا جواب وہی ہے جو سوال میں بکر نے دیدیا کہ عالم ایک ایسا لفظ ہے جو بمنزلہ کلی کے ہے اور اس کے کئی اطلاقات ہیں۔ (1) یہ لفظ مجتہد پر بھی بولا جاتا ہے۔ (2) یہ لفظ فقیہ پر بھی بولا جاتا ہے۔ (3) یہ لفظ مفسر پر بھی بولا جاتا ہے۔ (4) یہ لفظ محدث پر بھی بولا جاتا ہے۔ (5) یہ لفظ ناقل مفتی پر بھی بولا جاتا ہے۔ (6) یہ لفظ اس سے مروجہ فنون پڑھنے والے پر بھی بولا جاتا ہے۔ (7) پیری اور وعظ کی صلاحیت کے

حامل پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے جواب میں مذکور بارہ (12) عبارتوں سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔

زید کی غلط فہمی یہ ہے کہ وہ عالم کے ان اطلاقات سے ناواقف ہے اور بیس (20) فنون باقاعدہ پڑھے ہوئے عربی زبان پر دسترس رکھنے والے کے علاوہ اس سے نچلے درجہ کے علماء کو جاہل سمجھتا ہے۔ یہ عجیب منطق ہے کہ بیس (20) علوم والا عالم اور اس سے نیچے جو بیچارہ اٹھارہ (18) علوم بھی جانتا ہو وہ جاہل کا جاہل ہے خواہ عقائد و تفسیر و حدیث وفقہ ہو۔ یہ صریح علماء کی توہین اور ان کی دل آزاری ہے کہ ہر اوپر والے اطلاق کے مقابلے میں نیچے والے کو جاہل جاہل کہنے کا وظیفہ بنالیا جائے۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ جاہل کسے کہتے ہیں؟ ''جاہل وہ ہے جو ان مسائل کو نہیں جانتا جن کا جاننا شرعاً واجب ہے'' چنانچہ درمختار کتاب الشھادات میں ہے:

''لا تقبل شهادة الجاهل على العالم لفسقه بترك مايجب تعلمه شرعا.''

ترجمہ: جاہل کی گواہی عالم کے خلاف قبول نہیں کیونکہ وہ ان مسائل کے سیکھنے کو چھوڑنے کی وجہ سے فاسق ہے جن کا سیکھنا شرعاً اس پر واجب ہے۔

(الدرالمختار، كتاب الشهادة، باب القبول وعدمه، ج۸، ص۱۹۹)

لہٰذا زید پر فرض ہے کہ اپنے قول وخیال سے توبہ ورجوع کرے اور ایسی عام بدگمانی ہرگز ہرگز نہ کرے جس سے لاکھوں علماء ومشائخ اور کروڑوں عوام کا فاسق وفاجر ہونا لازم آئے۔

واللّٰہ تعالٰی اعلم ورسولہ عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبـــــــــــــــہ

ابو صالح محمد قاسم قادری

1 ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ 18 اپریل 2008ء

اس فتوی پر مفتیان کرام کی تصدیقات

(۱) (رئیس دارالافتاء وشیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ حضرت علامہ مولانا محمد اسماعیل مدظلہ العالی کی تصدیق وتائثرات، کراچی)

زید اور بکر کا مذاکرہ میرے سامنے لایا گیا میں نے زید کا دعویٰ پڑھا جو اس نے عالم ہونے کے لئے لازم کیا ہے اور بیس مضامین پر عبور اور مہارتِ تامہ لازم قرار دیا ہے ۔میں یہ جاننا چاہوں گا کہ یہ مضامین پر ماہر ہونا کہاں سے ثابت کیا ہے اور اس شرائط کو کس کے کہنے پر لازم کیا ہے میری ناقص معلومات کو میں احاطہ میں لاتے ہوئے یہ کہوں گا زید کسی عالم یا پیر سے ناراضگی کا اظہار کر کے امتِ مسلمہ کے تمام علماء ومشائخ اور پیرانِ عظام پر طعن کر رہا ہے کہ وہ سب غیر عالم تھے یا پھر میری رائے میں زید خود ان کڑی شرائط کی بناء پر علماء کے زمرے سے نکل جائیگا یہ خود نکل گیا تو اب اس کو یہ حق کہاں سے پہنچا ہے کہ جو خود جن شرائط پر نہ اترے دوسروں کے لئے لازم کرے زید کو چاہئے کہ بکر کے دلائل کو غور سے پڑھے اور اسے سمجھنے کی کوشش کرے میری رائے میں بکر نے جو دلائل پیش کیے ہیں وہ کافی ہیں اس میں مجددِ دین مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی کتاب فتاویٰ رضویہ سے مختلف جلدوں سے حوالے دیئے ہیں وہ درست ہیں اس کے علاوہ دار الافتاء اہلسنت کے علماء نے جو فتویٰ دیا ہے وہ ہی درست ہے جواب میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں ہے زید کو چاہئے اہلسنّت کے کام میں رخنہ نہ ڈالے جو کچھ اہلسنت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر کام ہو رہا ہے اس میں رکاوٹ نہ بنے ۔

محمد اسماعیل

رئیس دار الافتاء
دار العلوم امجدیہ کراچی

(۲) (حضرت علامہ مولانا مفتی شمس الہدیٰ صاحب کے تاثرات وتصدیق، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، ہند)

باسمہ تعالیٰ زید کو عالم اور مجتہد میں اشتباہ ہوا کیونکہ جو اس نے تفصیل لکھی ہے وہ مجتہد کی ہے اور مجتہد و عالم میں عموم وخصوص کا فرق ہے۔بکر کی بات حق ہے اور امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے جو عالم کی تعریف تحریر فرمائی وہ ادنیٰ درجہ عالم کی تعریف ہے۔

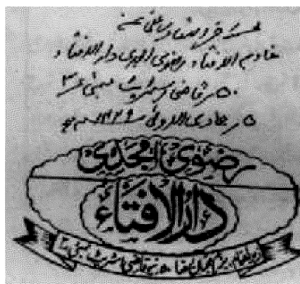
پھر علماء میں تفاوت مراتب ہوتا ہی ہے۔فوق کل ذی علم علیم: واللہ تعالیٰ اعلم

شمس الہدیٰ عفی عنہ خادم جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

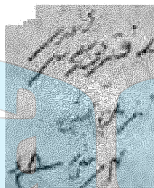
(۳) (حضرت علامہ مولانا مفتی محمود اختر صاحب کے تاثرات وتصدیق، رضوی امجدی دار الافتاء، بمبئی (ہند))

زیدِ بے قید نے جو کچھ بھی عالم یا مرشد کے بارے میں کہا وہ سراسر جہالت وسفاہت ،حسد وعناد اور دجل وفریب پرستی ہے اس کی بکواس قابلِ اعتناء نہیں عالم کی تعریف وہی ہے جو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ و دیگر علماءِ اہلسنت کی تحریروں سے ظاہر ہے ۔واللہ تعالیٰ اعلم



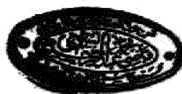
(۴) (فقیہ النفس حضرت علامہ مولانا محمد مطیع الرحمٰن صاحب کی تصدیق وتاثرات ،بمبئی، ہند)

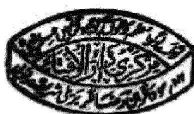
استفتاء پڑھا اس میں مذکور زید کوئی پاگل یا مالخولیائی شخص لگتا ہے اس لئے اس سے بحث بے کار اور اس سے متعلق استفتاء و افتاء میں وقت صرف کرنا وقت کا زیاں ہے اسے قرآن کی زبان میں سلام کہا جائے۔



(۵) (حضرت علامہ مولانا مفتی عبد الرحیم بستوی صاحب کے تاثرات وتصدیق، بریلی شریف، ہند)

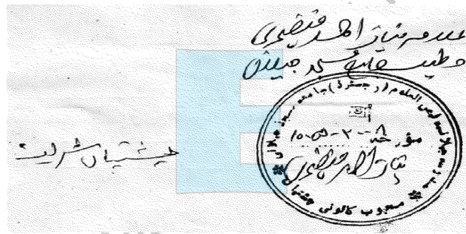
لقد اصاب من اجاب فی الواقع علماء ومشائخ کے بارے میں زید کے مذکور فی السوال اقوال غلط و باطل ہیں اور زید کی جہالت کا مظہر ہیں اسکے اقوال کی جانب التفات کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور تحقیق وہ ہے جو اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے جسے بکر نے اور مفتی ابو صالح محمد قاسم قادری صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ واللہ الھادی وھو تعالیٰ اعلم





(۶) (حضرت علامہ مولانا نیاز احمد صاحب کے تاثرات وتصدیق، چشتیاں شریف)

الجواب ومنہ الصدق والصواب: زید اور بکر کا مذاکرہ جو مجھے ارسال کیا گیا ہے جس میں زید نے عالم ہونے کیلئے تقریباً بیس (۲۰) علوم کا ماہر ہونا، عبور اور مہارت تامہ کا ہونا لازم قرار دیا ہے۔اس کا جواب جو حضرت مفتی ابوصالح محمد قاسم قادری صاحب نے دیا وہ بھی پڑھا جواب دینے میں قبلہ مفتی صاحب نے بالکل کنجوسی نہیں کی بلکہ زید کی غلط خیالی گفتگو کے ہر پہلے کو (بحوالہ کتبِ معتبرہ) کھول کھول کر بیان کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ زید علمائے اہلِ سنت اور مشائخِ اہلسنت کا ازلی دشمن ہے۔ بندہ ناچیز کو قبلہ مفتی صاحب کے جواب سے مکمل اتفاق ہے اور مفتی صاحب کا جواب بالکل درست ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب



(۷) (حضرت علامہ مولنا مفتی محمد اعظم صاحب کے تاثرات وتصدیق، بریلی شریف، ہند)

عالم کے لئے زید کا اپنی طرف سے خودساختہ یہ شرط بتانا کہ اوسے اتنی عربی آتی ہو کہ آسانی کے ساتھ قرآن وحدیث و دیگر علوم وفنون کی کتابیں پڑھ سکتا ہو یہ شرط دو اعتبار سے غلط ہے۔ اولا وہ شخص جس نے قرآن پڑھنا سیکھ لیا ہے حافظ ہے قاری ہے اس کے بعد اس نے پھر قرآن وحدیث وفقہ و دیگر علومِ معتبرہ فی العالمیت کی کتابیں کسی قابل ماہر عربی داں عالم سے مثلاً اردو میں سمجھ کر پڑھ لی ہوں مدتِ مدید تک مثلاً دس بارہ سال تک یقیناً شرعاً وہ عالم ہے۔ ہاں علماء کے درجات ہیں اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے ''والذین اوتو االعلم درجت'' کوئی بہت بڑا عالم ہے کوئی بڑا عالم ہے کوئی چھوٹا عالم ہے ظاہر ہے جو عربی زبان میں بھی قابل ہو وہ بڑا عالم ہے۔

ثانیاً زید نے کہا قرآن وحدیث ودیگر فنون کی کتابیں پڑھ سکتا ہو حالانکہ صرف عربی پڑھ سکنا کافی نہیں عالم ہونے کے لئے بلکہ سمجھنا ضروری ہےاور زید کی نادانی کہ صرف پڑھ سکنے کوشرط بتارہا ہے۔ زید کی دیگرشرطیں بھی قابلِ اعتناء نہیں بکر کی باتیں صحیح ہیں وہ حق پر ہے زید غلطی پر ہےاس پر لازم ہے کہ اپنی غلطیوں سے رجوع کر کے توبہ کر لے کہ غلط فتویٰ دینا ایک گناہ اور ہند وپاک کے کثیر علماءِ کرام ومشائخ عظام کو جاہل ونااہل بتانا اورانکے ماننے والوں کوفاسق وفاجر گردانا دوسرابڑا گناہ زید کتنی نازیبا جرأت و زیادتی دکھارہاہےتوبہ خوداس پرلازم اوردوسروں پرتوبہ لازم کررہاہے جن پر لازم نہیں واللہ تعالیٰ اعلم



(۸) (حضرت علامہ مولنا مفتی محمد سراج سعیدی صاحب کے تاثرات وتصدیق، اوچ شریف، پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم O الجواب بعون اللہ الملک العلام العزیز الوہاب و الصلوۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد واصحابہ علیٰ یوم الحساب

زیداور بکر کی گفتگو دیکھنے کا اتفاق ہوا زید نے عالم ہونے کے لئے جوشرائط تیار کی ہیں وہ اس کی خود ساختہ ہیں کیونکہ زید کے پاس ان کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ جن علماء میں وہ شرائط پائی نہیں جاتیں زیداپنے خیال میں انہیں عالم تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ زید کی ہٹ دھرمی وزبان درازی

ہے اس سے اس کی عداوت ظاہر ہوتی ہے اور زید ''من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب'' کا مصداق بن رہا ہے زید نے بیس (۲۰) شرطوں کے ساتھ ساتھ شرح مواقف، وشرح مقاصد کا پڑھنا بھی ضروری قرار دیا ہے اس کے اس قول پر یہ سوال اٹھتا ہے کہ جو علماء ان کتابوں کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے تھے وہ زید کے نزدیک عالم نہ تھے یا تھے؟ ہر حالت میں زید کی گلوخلاصی ممکن نہیں۔

بہر صورت بکر کے دلائل پُرمغز اور وقیع ہیں۔ نیز بکر نے شیخ الاسلام والمسلمین حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والغفر ان کے متعدد فتووں سے اپنے موقف کو جو تقویت بخشی ہے وہ قابلِ تحسین ہے۔ زید پر ضروری ہے کہ وہ اپنے خودساختہ موقف سے رجوع کر کے ملتِ اسلامیہ کو تفریق و تشقیق سے بچائے لوگوں کو علماءِ کرام سے متنفر کر کے صرف اپنا دم چھلہ نہ بنائے اور سستی شہرت حاصل کرنے کے وطیرے سے باز آئے اس کے لئے بہتر ہے کہ دار الافتاء اہلسنت کے فتویٰ کی روشنی میں زندگی بسر فرمائے۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم بالصواب ... وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی حبیبہ الاکرم وآلہ واصحابہ اجمعین

المجیب۔ مفتی محمد ...

(۹) (تصدیق: حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر، پاکستان)

قادری

24/05/08

(۱۰) (تصدیق: حضرت علامہ مولانا مفتی فیض الرسول رضوی صاحب، دارالافتاء اہلسنت، کراچی پاکستان)

محمد فیض الرسول الرضوی

(۱۱) (تصدیق: حضرت علامہ مولانا مفتی فضیل رضا صاحب دارالافتاء اہلسنت کراچی پاکستان)

الجواب صحیح والمجیب نجیب
فضیل رضا العطاری عفا عنہ الباری

(۱۲) (تصدیق: حضرت علامہ مولانا ابوحامد محمد مفتی احمد میاں برکاتی دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد پاکستان، کی تصدیق)

صح الجواب بعون الوھاب
الحنفیۃ القادری غفرلہ الحمید
۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ
۱۷ مئی ۲۰۰۸ء
ابوحامد مفتی احمد میاں برکاتی
مہتمم وشیخ الحدیث
دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد

فتوی نمبر (19)

علماء کے فضائل کا بیان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ زید اپنے گمان میں علماء کی تائید وحمایت میں حد درجہ کوشش کرتا ہے اور علماء کے حوالے سے ہر ظاہری سخت بات کو کفر قرار دیتا ہے خواہ وہ کسی بڑے عالم کی ہو یا کسی پیر وشیخ کی، اسلاف کی ہو یا اخلاف کی، شاگردوں اور مریدوں کے سامنے ہو یا عوام کے سامنے، شاگردوں، مریدوں، ہم عصروں کو سمجھانے کیلئے ہو یا کسی اور مقصدِ صحیح کیلئے۔ مثلاً ہم چند علماء کے اقوال بیان کرتے ہیں جن پر زید کے خیال میں حکمِ کفر ہے:

قول نمبر 1:

ایک عالم علم کے موضوع پر لکھی ہوئی کتاب میں علماء کے آداب سمجھاتے ہوئے لکھتا ہے: ''پہلے زمانے میں جب ایک عالم دوسرے عالم سے ملتا تو نہایت خوشی کا اظہار کرتا اور اس سے مسائل پر گفتگو کرتا تاکہ اسے افادہ کرے یا اس سے استفادہ کرے مگر ہمارے زمانے میں بہت سے علماء ایک دوسرے کو دیکھنا ہی گوارا نہیں کرتے بلکہ ایک دوسرے کی کاٹ کرتے ہیں اور اس کی تحقیر وتجہیل کرتے ہیں۔''

قول نمبر 2:

ایک عالم نے اہلسنّت کی درناک صورتحال پر کڑھتے ہوئے یہ کہا: ''آج کل علماء میں اتفاق کی بجائے حسد کا بازار گرم ہے۔ کسی کی تعریف کرنے اور لوگوں کو اس کی طرف ترغیب دینے کی بجائے اس سے حسد کیا جاتا ہے کہ اس کا نام کیوں ہوگیا اور میرا نام کیوں نہ ہوا؟ پھر

دوسرے علماء کی برائیاں بیان کرنا عام ہے۔اے کاش! کہ ہمارے علماء میں باہمی اتفاق پیدا ہو جائے تو ان شاء اللہ عَزَّوَجَلَّ اہلسنّت دن دگنی رات چوگنی ترقی کریں گے۔''

قول نمبر3:

ایک عالم نے اپنے طلباء کے درمیان وعظ کرتے کہا: ''علم کے ساتھ عمل کا ہونا نہایت ضروری ہے، بغیر عمل کے علم ایسے ہی ہے جیسے بغیر روح کے جسم اور فی زمانہ بکثرت علماء کی حالت ایسی ہی ہو رہی ہے کہ عمل کی طرف نہایت کم توجہ ہے جس کی وجہ سے باطن کی اصلاح اور آخرت کی تیاری کی فکر کم ہوتی جارہی ہے۔''

قول نمبر4:

ایک عالم نے اپنے شاگردوں سے کہا: ''لوگوں میں سب سے بہترین اچھے علماء ہیں اور لوگوں میں سب سے بدترین برے علماء ہیں اور نہایت افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ ہمارے ہاں اچھے مخلص علماء کی نہایت کمی ہے اور بے عمل، بدعمل علماء بڑھتے جارہے ہیں۔آپ کی خدمت میں عاجزانہ عرض کروں گا کہ اہلسنّت کی حالت زار پر رحم کریں اور علم وعمل کے پیکر بنیں تاکہ لوگ دین سے بدظن نہ ہوں۔''

قول نمبر5:

ایک عالم نے کہا کہ ایک جلسے میں دعا ہوئی تو لوگ دھاڑے مار کر رونے لگے مگر کسی مدرسے کے طلباء ایسے ہی بیٹھے رہے تو ان کے شیخ الحدیث استاد نے کہا: ''عوام دعا میں پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے اور یہ (جلسے میں موجود) مولوی سارے خیراتاں کھا کھا کے ان کے دل کالے ہو گئے ایک بھی مولوی نہیں رویا۔''

قول نمبر 6:

ایک پیر نے اپنے علماء اور طلباء مریدوں پر مشتمل تربیتی پروگرام میں علماء وطلباء کو شیطان کے مکروفریب اور نفس کی چالاکیوں پر درس دیتے ہوئے کہا: ''اول تو شیطان کسی کو عالم بننے نہیں دیتا اور اگر کوئی عالم بن بھی گیا تو شیطان اسے عالم باعمل نہیں رہنے دیتا اس کا مشاہدہ عام ہے ہزاروں میں شاید ایک ہو۔''

قول نمبر 7:

ایک پیر نے ایک مدرسے میں اپنے ان مریدوں کو جو درسِ نظامی اور حفظ وناظرہ کے مدرسین تھے سمجھاتے ہوئے فرمایا: ''ہوس، حرص یہ سب مذموم صفات ہیں لیکن مدرسین میں یہ مذموم صفات عام پائی جاتی ہیں جو مشاہدات ہیں، جو تجربات ہیں۔ ان کی روشنی میں چاہے وہ درسِ نظامی کے مدرسین ہوں یا قرآن پاک پڑھانے والے مدرسین۔''

قول نمبر 8:

ایک پیر نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ کرنے کا بیان کرتے ہوئے لوگوں کو راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں خرچ کرنے کا ذہن دیتے ہوئے کہا: ''جب دنیوی اسکولوں اور دنیاوی تعلیمات کے لئے اپنی جیب سے خرچ کیا جاتا ہے، دنیا کے دیگر تمام کاموں کیلئے اپنی جیب سے خرچ کرنے کا معمول ہے تو آخر کیا وجہ ہے کہ جب دینی تعلیم حاصل کرنا ہو تو اپنی جیب سے ہرگز خرچ نہ کیا جائے غریب و مستحق طلباء کی تو مجبوری اور ضرورت ہے مگر صاحبِ حیثیت اور مخیّر حضرات کی اولاد بھی اگر مدرسے میں پڑھتی ہے تو وہ بھی چندے اور فطرے کی رقم ہی پر گزارا کرتی ہے۔ جب صورتِ حال یہ ہے کہ ضرورت و بلاضرورت زکوٰۃ وفطرہ کی رقم خرچ کی جاتی ہے تو

روحانیت کہاں سے پیدا ہوگی؟ اور یہی وجہ ہے کہ آج کل روحانیت کا فقدان ہے، اگر مولوی بننا ہے تو پہلے ہی سے مال مفت دل بے رحم کی ترکیب ہے پہلے لوگ چندے کا پیسہ نہیں کھاتے تھے تو حافظے قوی تھے۔ (کوئی ایسا نہیں ملتا جو یہ کہے کہ) میں اپنے بیٹے کو زکوۃ و فطرہ نہیں کھلاؤں گا تاکہ اس میں روحانیت پیدا ہو۔''

زید ان تمام اقوال کو کفریہ قرار دیتا ہے کہ ان اقوال میں اگرچہ استادوں نے اپنے شاگردوں کو اور پیروں نے اپنے مریدوں اور ناصحینِ امت نے امت کو سمجھایا ہے مگر چونکہ ان میں علماء کو بے عمل، بدعمل، حاسدین، حب جاہ کے طلبگار، مفت خورے، کالے دل والے، سنگدل، مالِ مفت دلِ بے رحم کے مصداق قرار دیا ہے لہٰذا قائلین پر توبہ و تجدید ایمان فرض ہے۔ نہ یہ کسی کے مرید رہے اور نہ کوئی ان کا مرید رہا۔ زید ان قائلین کو منافق، خبیث قرار دیتا ہے۔ لہٰذا اب علماء کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ مذکورہ اقوال کفریہ ہیں اور قائلین کافر و مرتد ہو گئے اور ان کے نکاح اور بیعتیں ٹوٹ گئیں یا ان کے کلام کے سیاق و سباق اور مقصد کو سامنے رکھ کر ان پر حکم دیا جائے گا؟ نیز جو اساتذہ اپنے طلباء کو سخت سست کہتے رہتے ہیں اور بعض اوقات اس طرح بھی کہہ دیتے ہیں کہ تم سبق یاد نہیں کرتے، یوں لگتا ہے کہ مدرسے میں روٹیاں توڑنے کیلئے پڑے ہوئے ہو۔ کیا ایسے کلمات پر اساتذہ کافر ہو جاتے ہیں؟ بہر حال جو حکمِ شرعی ہو اس کے مطابق جواب عنایت فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا فی الدارین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

علماء کو اللہ تعالیٰ نے کس قدر بزرگی اور مرتبہ عطا فرمایا ہے اس کا مکمل طور پر بیان کرنا تو بہت مشکل ہے۔ ان کی فضیلت و عظمت قیامت کے دن کھلے گی جب عام لوگوں کو تو حساب و

کتاب کے لئے روکا ہوا ہوگا اور علماء کو ان کی شفاعت کے لئے روکا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اوراس کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے احادیث طیبہ میں علماء کے کثرت سے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ علماء کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا خوف اور خشیت ان کے دلوں میں رکھی، ان کے درجات کو بلند فرمایا، ان کو دوسرے لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی، ان کو علم سکھانے پر غزوات میں شرکت کا ثواب عطا فرماتا ہے، ان کو آسمان ہدایت کے ستارے بنایا، ان کو انبیاء علیہم السلام کا وارث بنایا، ان کے لئے مقام شفاعت کا وعدہ فرمایا، ان کو عبادت گزاروں پر فضیلت عطا فرمائی، ان کو لوگوں کے لئے حقیقی رہنما قرار دیا، ان کی مجلس کو انبیاء علیہم السلام کی مجلس کی طرح قرار دیا، ان کی بے ادبی کو باعثِ ہلاکت قرار دیا، کئی صورتوں میں ان کی بے ادبی کو کفر قرار دیا گیا، ان کی مجلسوں کو سببِ ہدایت فرمایا، ان کی کثرت کو باعثِ خیر اور ان کی قلت کو باعثِ جہالت فرمایا۔

الغرض علماء کا وجود دین ودنیا کی سعادتوں اور خوبیوں کا جامع ہے۔ یہ فضائل قرآن و حدیث میں کہیں صراحت کے ساتھ اور کہیں اشارے کے طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ اس لئے علماء کو چاہیے کہ لوگوں کی رضا اور خوشنودی کی پرواہ کئے بغیر محض خالص رضائے الٰہی کے لئے علم کی خدمت میں مشغول رہیں اور اللہ تعالیٰ نے جس منصب پر انہیں فائز فرمایا ہے اس میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کریں۔

اصلاح کی ضرورت و اہمیت

ان تمام فضائل کے ساتھ ساتھ یہ بات بالکل مسلّم ہے کہ اصلاح کی ضرورت سب کو ہے اور شیطان ہر جگہ اپنے چالیں چلتا رہتا ہے اور ان لوگوں پر شیطان کی کوشش سب سے زیادہ

ہوتی ہے جن کے بگاڑ سے مخلوقِ خدا میں زیادہ سے زیادہ بگاڑ ہو سکے اور یہ بات بالکل ظاہر بلکہ حدیثِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ دو گروہ ایسے ہیں کہ ان کے سدھرنے میں امت کا سدھرنا اور ان کے بگڑنے میں امت کا بگڑنا پایا جاتا ہے (1) امراء وحکام (2) علماء۔ جب امت کا صلاح وفساد ان کے ساتھ متعلق ہے تو یقیناً شیطان کا سب سے زیادہ زور بھی اسی پر ہوگا کہ ان دونوں کو بگاڑ دیا جائے اور ہر عقلمند آدمی سمجھتا ہے کہ جو شے جتنی اہم ہو اس کی حفاظت وصیانت پر اتنا ہی زور دیا جاتا ہے جیسے بدن میں دل ہے، جس قدر دل کی حفاظت کی ضرورت ہے اتنی شاید کسی اور عضو کی نہیں کیونکہ دل کی صلاح وفساد پر بدن کی صلاح وفساد کا دارومدار ہے۔ یہی حال علماء کا ہے کہ یہ امت میں بمنزلۂ دل کے ہیں۔ ان کے صلاح وفساد پر امت کے صلاح وفساد کا مدار ہے تو جو آدمی لوگوں کو دل کے جسمانی امراض کے بارے میں جتنا خبردار کرے اور جس قدر پرہیزیں بتائے اور جتنا لوگوں کیلئے اس پر کڑھے گا لوگ اسی قدر اسے اپنا خیر خواہ سمجھیں گے اور جو لوگوں کو امراضِ دل کے مطلع کرنے پر ناراض ہو اور حکیم پر غم وغصے کا اظہار کرے وہ لوگوں کا اتنا ہی بدخواہ اور بداندیش و بدعقل شمار کیا جائے گا۔ یہی حال دل کے باطنی امراض یعنی گناہوں کا ہے کہ ان میں عام آدمی کا مبتلا ہونا اسے تباہ کر دے گا اور کسی عالم کا مبتلا ہونا اس کے ساتھ ساتھ ہزاروں لوگوں کو تباہ کر دے گا۔

تو جو شخص عوام کے سامنے اور اپنی تحریروں میں علماء کی عزت وعظمت بیان کرے، اپنے عمل میں علماء کی بے حد تعظیم کرے، انہیں ہر کام میں مقدم رکھے، ان سے پوچھ پوچھ کر عمل کرے لیکن خود علماء کے سامنے علماء کو ان کے مقام ومرتبہ کو سامنے رکھ کر سمجھائے اور ان کی اصلاح وفلاح کی کوشش کرے وہ یقیناً امت کا بہت بڑا خیر خواہ ہے اور جو اس کے برعکس یہ کہے

کہ علماء جو مرضی کریں لیکن بہر صورت ان کی تعریف ہی بیان کی جائے۔ اور اگر کوئی استاد اپنے شاگردوں کو یا پیر اپنے مریدوں کو یا بڑا عالم اپنے سے چھوٹے عالموں کو سمجھائے تو وہ علماء کا گستاخ و بے ادب، توہین کا مرتکب، کافر و مرتد و منافق ہے تو ایسے شخص کو عقل کا علاج کروانے کے علاوہ کوئی اور مشورہ دینا مشکل ہے۔ ایسا شخص سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث، صحابہ کے آثار، تابعین و ائمہ کے اقوال، اکابر صوفیاء کی تصنیفات، محققینِ امت کی تالیفات، ناصحین امت کی تحریرات سے بالکل جاہل یا غافل معلوم ہوتا ہے۔ کیا سرکار والا تبار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برے علماء کی برائیاں بیان نہیں فرمائیں؟ کیا صحابہ نے تابعین کو علم کے حوالے سے سخت الفاظ میں نہیں سمجھایا؟ کیا ائمہ دین، علماء مجتہدین، صوفیائے کاملین اور علماء معظمین نے اپنی کتابوں میں، اپنے وعظوں میں بار بار علماءِ سوء کی برائیاں یا معلمین و متعلمین کے آداب یا علماء و طلباء کے باطنی امراض یا انہیں فکرِ آخرت کی طرف توجہ کرنے کی ترغیب نہیں دلائی؟ اگر قلتِ وقت کا مسئلہ نہ ہو تو واللہ باللہ تاللہ (یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم) ایسے سینکڑوں اقوال جمع کر دیئے جائیں جو مذکورہ بالا باتوں پر مشتمل ہوں۔

علماء کی اصلاح کیلئے لکھی جانے والی کتب کا مختصر بیان

کیا زید بد اندیش معاذ**اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان سب بزرگوں پر کفر کا فتوی لگائے گا جنہوں نے علماء کو سمجھانے کیلئے کتابیں تالیف فرمائیں۔ خطیب بغدادی علیہ الرحمۃ کی کتاب ''الفقیہ و المتفقہ'' امام غزالی علیہ الرحمۃ کی ''احیاء العلوم'' اور ''دیگر کتب'' علامہ ابن عبد البر علیہ الرحمۃ کی ''جامع بیان العلم وفضلہ'' علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ کی ''صید الخاطر'' امام

المتکلمین مولانا نقی علی خان علیہ الرحمۃ کی ''الکلام الاوضح''اور امام اہلسنّت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا مجموعہ فتاوی ''فتاوی رضویہ'' وغیرہا کا ایک نظر مطالعہ فرمائیں کہ علماء کے بکثرت فضائل بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان میں پائی جانے والی خرابیوں کو کس شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔کیا معاذاللہ عَزَّوَجَلَّ ان اکابر پر زید کفر کا فتوی دے گا؟ انا للہ وانا الیہ راجعون ! کیا یہ گیدڑ والی دوستی نہیں ہے کہ مکھی مارنے کے چکر میں دوست کے منہ پر پنجہ مار کر جان سے ماردیا۔

اگر سوال میں مذکور عبارات اور مذکورہ بالا اکابر کی کتب میں موجود علماء کی خرابیاں اور ان کی اصلاحات پر موجود مواد معاذاللہ عَزَّوَجَلَّ بہر صورت کفر ہی ہے تو زید کی عقل ودانش، فہم و فراست، دانائی و ذہانت کو سلام ہے! افسوس افسوس! یہی تو علم کا زوال ہے کہ خیر خواہ کو بدخواہ، اپنے کو بیگانہ، محسن کو ظالم، صالح کو فاسق اور مسلمان کو کافر سمجھ لیا جائے اور اس پر بھی ڈینگیں ماری جائیں کہ دیکھا ہم نے علماء کا کیسا دفاع کیا؟ ہاں جناب! ہم نے واقعی دیکھ لیا کہ آپ نے بڑا ظالمانہ دفاع کیا کہ ہزاروں کو فتوی کفر سے مشرف فرمادیا۔

علماء کے بارے میں شدید انداز میں اظہار رائے کی مختلف صورتوں کا بیان

یہ تو سوال میں مذکور زید کے مظالم کا بیان تھا اب آیئے! ہم آپ کو اس مسئلے کی تحقیق عرض کرتے ہیں۔علماء کے بارے میں سخت وشدید کلام کرنے یا لکھنے کی عموماً یہ صورتیں ہوسکتی ہیں:

(1) عالم کے بارے میں سخت کلام اس کے عالم ہونے کی وجہ سے ہے تو یہ کفر ہے

چنانچہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا: ”عالم دین کو برا کہنا اگر اس کے عالم دین ہونے کے سبب ہے تو کفر ہے۔“ (فتاوی رضویہ، ج۲۱، ص۲۹۴)

(2) عالم کے بارے میں سخت کلام کسی دنیوی لڑائی وغیرہ کی وجہ سے ہے تو یہ عام دنیوی بغض و کینہ سے بڑھ کر خبیث و حرام ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا: ”اگر عالم کو اس لئے بُرا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کافر ہے اور بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے گالی دیتا تحقیر کرتا ہے تو سخت فاسق فاجر ہے۔“ (فتاوی رضویہ، ج ۲۱، ص۱۲۹)

(3) عالم کے بارے میں سخت کلام بغیر کسی ظاہری سبب کے ہے تو ایسے کلام کرنے والے پر خوفِ کفر ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا: ”اگر عالم کو اس لئے بُرا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کافر ہے اور بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے گالی دیتا تحقیر کرتا ہے تو سخت فاسق فاجر ہے اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔“

(فتاوی رضویہ، ج ۲۱، ص۱۲۹)

(4) عالم کے بارے میں سخت کلام اس کی خرابیوں کی اصلاح کیلئے ہو اور کلام کرنے والا اس عالم یا ان علماء کا استاد ہو جن کے سامنے کلام کر رہا ہے، یہ جائز بلکہ استاد کی شرعی ذمہ داری ہے۔ یہ بدیہیات میں سے ہے اور جملہ مدارس میں رائج و شائع و ذائع ہے۔

(5) عالم کے بارے میں سخت کلام اس کی خرابیوں کی اصلاح کیلئے ہو اور کلام کرنے والا اس عالم یا ان علماء کا صحیح العقیدہ جامعِ شرائط، پابندِ شریعت پیر و مرشد ہو جن کے سامنے کلام

کررہا ہے، یہ جائز بلکہ پیرومرشد کے اہم فرائض میں سے ہے۔ یہ بھی عوام وخواص سب کو معلوم ہے اور اگر پیرانِ عظام کے کلام وملفوظات کا تتبع کیا جائے تو اس سے بھی زیادہ سخت باتیں مل جائیں گی۔ مولانا روم اور شمس تبریز علیہما الرحمۃ کا واقعہ مثال کیلئے کافی ہے۔

(6) عالم کے بارے میں سخت کلام اس کی خرابیوں کی اصلاح کیلئے ہو اور کلام کرنے والا نہ استاد ہے اور نہ پیر مگر ان علماء سے بڑا عالم ہے، یہ بھی جائز ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی اس عبارت سے سمجھا جاسکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''اتفاق علماء کا یہ حال کہ حسد کا بازار گرم۔ ایک کا نام جھوٹوں بھی مشہور ہوا تو بہتیرے سچے اس کے مخالف ہو گئے اس کی توہین تشنیع میں گمراہوں کے ہم زبان بنے کہ ''ہَیں'' لوگ اسے پوچھتے ہیں اور ہمیں نہیں پوچھتے۔ اب فرمائیں کہ وہ قوم کہ اپنے میں کسی ذی فضل کو نہ دیکھ سکے اپنے ناقصوں کو کامل، قاصروں کو ذی فضل بنانے میں کیا کوشش کرے گی۔'' (فتاوی رضویہ، ج۲۹، ص۵۹۸)

(7) عالم کے بارے میں سخت کلام اس کی خرابیوں کی اصلاح کیلئے اور کلام کرنے والا اس عالم یا ان علماء سے بڑا تو نہیں مگر اصلاح کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور جس عالم یا جن علماء کے سامنے وہ اصلاح کررہا ہے وہ برضا ورغبت اصلاح کیلئے جمع ہیں۔ جیسے ہمارے زمانے میں ختمِ بخاری ودستار بندی کے جلسے اور علمی وتربیتی نشستیں ہوتی ہیں جن میں علماء دیگر علماء وطلباء کے سامنے اصلاح کیلئے علماء کی خرابیاں بیان کرتے ہیں اور سننے والے اسی مقصد کے لئے جمع ہوتے ہیں یا یہ مواقع ہی ان باتوں کے سمجھانے کے ہوتے ہیں۔

(8) عالم کے بارے میں سخت کلام اس کی خرابیوں کی اصلاح کیلئے ہو اور کلام کرنے والا اس عالم یا ان علماء سے بڑا ہے یا نہیں مگر عالم ہے اور اس کا کلام خالصتاً علمی شعبے والوں کی

اصلاح کی نیت سے ہے یہ بھی جائز ہے جیسے بہت سے علماء نے علم اور علماء کے آداب پر کتابیں اور مقالات وغیرہ لکھے ہیں اور وہ ان میں اچھی نیت سے علماء کی عمومی خرابیاں بیان کرتے ہیں۔ اس کی مثال پاکستان و ہندوستان میں چھپنے والے سنی جرائد و رسائل اور مختلف علمی مقالات و کتب ہیں جنہیں اصحابِ علم اچھی طرح جانتے ہیں۔

(9) عالم کے بارے میں سخت کلام اس کی خرابیوں کی اصلاح کیلئے ہو اور کلام کرنے والا جاہل ہے تو اس کیلئے علماء کی خامیاں بیان کرنا ناجائز و حرام ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''عالم سنی العقیدہ کی توہین جاہل کو جائز نہیں اگرچہ اس کے عمل کیسے ہی ہوں۔''

(فتاوی رضویہ، ج۲۱، ص۲۹۴، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ان صورتوں کے علاوہ بھی کئی صورتیں بنتی ہیں مگر عمومی صورتیں راقم نے تحریر کر دی ہیں۔ ان تمام صورتوں کو ایک ہی صورت میں داخل کرنے والا انتہائی کم فہم بلکہ بدفہم ہے اور سب صورتوں کو ایک قرار دینا حق و باطل کو، صواب و خطا کو اور معاذاللہ عَزَّوَجَلَّ عالم و جاہل کو ایک ہی لڑی میں پرونے والی بات ہے۔ سوال میں جو اقوال ذکر کیئے گئے ہیں یہ سب علماء اور باعمل مشائخ کے حوالے سے بیان کیئے اور ان کے مخاطبین بھی ان کے معتقدین و تلامذہ و مریدین ہیں تو ان علماء و مشائخ پر کوئی کلام نہیں اور زید کے پیٹ کے مروڑ خواہ مخواہ کی بدہضمی کی وجہ سے ہیں۔ اسے علماء و مشائخ پر گرجنے برسنے کی بجائے اپنے علاج کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

سوال میں مذکور زید کے اقوال کا بالترتیب جواب

زید پر افسوس ہے! کہ اس نے جن اقوال پر کفر کے فتوے دیے ہیں ان میں پہلا قول

بعینہٖ اور چھٹے سے ملتا جلتا قول علامہ ابن عبد البر علیہ الرحمۃ کا نقل کردہ ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''ابو حازم علیہ الرحمۃ کہتے ہیں اگلے زمانہ میں علماء کی حالت یہ تھی کہ عالم اپنے سے بڑے عالم کو دیکھ پاتا تو نہایت خوش ہوتا اور اپنے برابر والے سے ملتا تو علمی مذاکرہ شروع کردیتا اور ادنیٰ کا سامنا ہوتا تو گھمنڈ سے کام نہ لیتا لیکن ہمارے اس زمانے کی حالت یہ ہے کہ عالم اپنے سے بڑے عالم میں کیڑے نکالتا ہے تاکہ لوگ متنفر ہوکر اسے چھوڑ دیں برابر والے سے مذاکرہ نہیں کرتا اور ادنیٰ کو پاتے ہی اکڑنے لگتا ہے۔'' (العلم والعلماء ص ۲۴۱)

امام اہلسنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اصلاح علماء کیلئے فرماتے ہیں

دوسرا قول اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ''اتفاق علماء کا یہ حال کہ حسد کا بازار گرم۔ ایک کا نام جھوٹوں بھی مشہور ہوا تو بہتیرے (یعنی بہت سے) سچے اس کے مخالف ہو گئے اس کی توہین تشنیع میں گمراہوں کے ہم زبان بنے کہ ''ہیں'' لوگ اسے پوچھتے ہیں اور ہمیں نہیں پوچھتے اب فرمائیں کہ وہ قوم کہ اپنے میں کسی ذی فضل کو نہ دیکھ سکے اپنے ناقصوں کو کامل، قاصروں کو ذی فضل بنانے میں کیا کوشش کرے گی۔'' (فتاوی رضویہ، ج۲۹، ص ۵۹۸)

تیسرا قول اور اس طرح کے بیسیوں اقوال امام غزالی علیہ الرحمۃ کے ہیں۔ اب ہم ذیل میں صحابہ و تابعین وائمہ ومجتہدین وفقہاء وصوفیاء وعلماء اور خصوصاً امام غزالی علیہ الرحمۃ کے چند اقوال بیان کرتے ہیں تاکہ واضح ہوجائے کہ اہل آدمی کا مقصدِ صحیح کے لئے سوال میں مذکور کلام کرنا درست ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ کے اقوال احیاء العلوم، کیمیائے سعادت اور دیگر کتب امام

غزالی میں علم کے متعلق موجود مواد کے مجموعے پر مشتمل کتاب ''علم کی حقیقت'' سے لئے گئے ہیں۔

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الباری کے اصلاح علماء کے بارے میں اقوال

قول نمبر 1:

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں'' حاصل کلام یہ کہ فقہاء کی نظر فرض عین چیزوں میں دنیا کی بہتری کی نسبت کم ہوتی ہے اور یہ علم جو ہم نے ذکر کیا آخرت کی نسبت کر کے ہے۔ اگر کسی فقیہ سے ان باتوں میں ایک بھی بات مثلاً توکل یا اخلاص کی پوچھو یا سوال کرو کہ ریا سے اجتناب کی کیا صورت ہے؟ تو اس سوال کے جواب میں توقف کرے گا حالانکہ یہ بات اس پر فرض عین ہے کہ اس کے نہ معلوم کرنے میں آخرت میں اس کی بربادی ہے اور اگر اس سے لعان وظہار، گھوڑا اور تیراندازی کا مسئلہ دریافت کرو تو تمہارے سامنے اسکی دقیق فروعات کے دفتر کے دفتر بیان کردے گا کہ صدیوں تک ان میں کسی کی حاجت نہ ہو اور اگر حاجت بھی پڑے تو شہر اس کے بتانے والوں سے خالی نہ ہوگا اور فقیہ مذکور کی محنت کو بچا دے گا کہ رات دن ان فروعات میں اور ان کے یاد کرنے اور پڑھانے میں مشقت اٹھاتا ہے اور جو امر خاص اس کے لئے ضروری ہے اور دین میں اہم ہے اس سے غافل ہے اور اگر اس پر اس بارے میں کوئی اعتراض کرتا ہے تو کہتا ہے کہ میں اس علم میں اس لئے مشغول ہوا ہوں کہ یہ علم دین اور فرض کفایہ ہے اس دھوکے میں آکر فقہ کو سیکھتا ہے اور دوسروں کو دھوکا دیتا ہے۔

عاقل شخص جانتا ہے کہ اگر غرض اس کی یہی ہوتی کہ فرض کفایہ میں حق الامر ادا کرے تو

فرض کفایہ میں فرض عین کو مقدم کرتا بلکہ فرض کفایہ تو اور چیزیں بھی ہیں ان کو فقہ پر مقدم کرتا کیونکہ بعض شہر ایسے ہیں کہ ان میں طبیب بجز کفار ذمی کے نہیں اور جو احکام فقہی کہ متعلق اطباء سے ہیں ان میں کفار کی شہادت مقبول نہیں مگر اس کے باوجود طب نہیں سیکھتا اور علم فقہ خصوصاً مسائل خلافی اور لڑائی جھگڑے کے سیکھنے میں مبالغہ کرتے ہیں حالانکہ شہر میں فقہاء اس قسم کے جو فتوے دیتے ہیں اور مقدمات میں جواب لکھتے ہیں تو بہت بھرے ہیں۔ تو اب ہم کو کوئی یہ بتائے کہ جب کچھ لوگ اس فرض کفایہ کی بجا آوری پر مُستَعِدُ (یعنی تیار) ہیں تو فقہائے دین کس طرح اسے سیکھنے کی اجازت دیں گے اور طب کے لئے جو کوئی نہیں جانتا چھوڑنے کا حکم کرنے کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ طب پڑھنے کی جہت سے اوقاف اور وصایا کا متولی ہونا اور یتیموں کے مال کا محافظ ہونا اور عہدہ قضا اور حکومت کا ملنا اور ہمسروں پر اس کی جہت سے مقدم ہونا اور دشمنوں پر غالب ہونا میسر نہیں۔ افسوس صد افسوس کہ بُرے عالموں کے دھوکے سے دین مٹ گیا۔ ہم بارگاہ خداوندی عَزَّوَجَلَّ میں دعا گو ہیں کہ ہمیں اس مغالطے سے بچائے جس سے اس کی خفگی اور شیطان کی ہنسی ہو۔" (علم کی حقیقت، ص۹۲ تا۹۴)

امام غزالی علیہ الرحمۃ کی اس عبارت پر زید غور کرے۔ ہوسکتا ہے کہ اسی پر منطبق ہو رہی ہو مگر ہم اس کی تفصیل میں نہیں جاتے۔ البتہ سوال میں مذکور عبارات اور امام غزالی علیہ الرحمۃ کی عبارات میں زیادہ سخت کس کی عبارت ہے اس پر غور کر لینا چاہیے۔ زید کے فتوے کی رو سے شاید اس ایک عبارت پر دس مرتبہ کفر کا فتوی لگتا ہوگا۔

قول نمبر 2:

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے

فرمایا کہ ''چالیس سال سے میں نے کوئی ایسی نماز نہیں پڑھی جس کے بعد امام شافعی علیہ الرحمۃ کے لئے دعا نہ مانگی ہو۔'' اس فرمان کے ضمن میں امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ''اس روایت سے دعا مانگنے والے کے انصاف کو اور جن کے لئے دعا کی ان کے درجے کو خیال کرو اور اس پر اِس زمانے کے علماء کے حالات کے مطابق کرو کہ ان کے دلوں میں آپس میں کس قدر بغض و عناد ہے تاکہ تم کو معلوم ہو کہ یہ لوگ جو دعویٰ سلف کی پیروی کا کرتے ہیں اس دعویٰ میں قصوروار ہیں۔'' (علم کی حقیقت، ص۱۲۲)

زید کے فتوے کی رو سے اس عبارت پر بھی صریح حکمِ کفر بنتا ہے۔

علم سکھانے والے کے آداب

قول نمبر 3:

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معلم کے آداب میں ارشاد فرماتے ہیں ''معلم کا پانچواں ادب یہ ہے کہ استاد جس علم کو سکھاتا ہو اسے چاہئے کہ شاگرد کے دل میں اس علم کے اوپر کے علم کی بُرائی نہ ڈالے جیسے لغت پڑھانے والے کی عادت ہوتی ہے کہ علم فقہ کو بُرا کہا کرتا ہے اور فقہ سکھانے والے کی عادت ہے کہ علم حدیث اور علم تفسیر کی برائی بیان کرتا ہے کہ یہ علوم صرف نقلی اور سننے کے متعلق ہیں۔ عقل کو ان میں دخل نہیں اور اہل کلام فقہ سے نفرت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ فقہ ایک فرع ہے جس میں عورتوں کے حیض کا بیان ہے وہ فقہ اس علمِ کلام کے مرتبہ کو کیسے پہنچ سکتا ہے جس میں رحمٰن کی صفات کا ذکر ہے تو استاد میں یہ عادتیں بری ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہئے۔''

(علم کی حقیقت، ص۲۵۷)

علم سیکھنے والے کے آداب

قول نمبر 4:

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متعلم کو علم حاصل کرنے کے آداب بتاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں "متعلم کا پہلا ادب یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو رذیل عادات اور صفات بد سے پاک کرے اس لئے کہ علم عبادت قلب اور درستی باطن اور قرب الٰہی عزوجل سے ہے۔"

(علم کی حقیقت، ص۲۲۳)

قول نمبر 5:

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں "متعلم کا تیسرا ادب یہ ہے کہ علم پر تکبر نہ کرے۔"

(علم کی حقیقت، ص۲۲۹)

قول نمبر 6:

وقالت امرأة للشعبی ایھاالعالم أفتنی فقال انماالعالم من خاف اللہ عزوجل

(رواہ دارمی فی سننہ ،الحدیث: 258، ج۱، ص۹۳)

ترجمہ: ایک عورت نے امام شعبی سے کہا: اے عالم! مجھے فتویٰ دیجئے تو آپ نے فرمایا عالم تو صرف وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو۔"

قول نمبر 7:

علامہ ابن عبد البر علیہ الرحمۃ نے نقل کیا کہ:

قال ومن العلماء من یری ان بعض الناس لشرفه وجهه احق بکلامه من بعض، ویزدری المساکین ولایراهم لذلک موضعا ومنهم من یخزن علمه ویری ان تعلیمه ضیعة، و یحب ان یوجد العلماء الا عنده ومنهم من یاخذ فی علمه

باخذ السلطان حتی یغضب ان یرد علیه شئ من قوله اوان یغفل عن شئ من حقه، ومنهم من ینصب نفسه للفتیا فلعله یوتی بالامر لاعلم له به فیستحی ان یقول لاعلم لی به فیرجم فیکتب من المتکلفین، ومنهم من یروی کل ماسمع حتی ان یروی کلام الیهود والنصاری ارادة ان یغزّر کلامه.

(رواه ابن المبارك فی الزهد، الحديث: 48،دار الكتب العلمية بيروت)

ترجمہ: اوران علماء میں سے کوئی وہ جس کا گمان یہ ہے کہ وہ دوسروں سے زیادہ کلام کا حقدار ہے اوران میں سے کوئی مسکینوں کو حقیر سمجھتا ہے اوران میں سے کوئی وہ ہے جس کے پاس علم کا خزانہ ہو لیکن کسی کو سکھانے کے بارے میں یہ سمجھتا ہے کہ یہ علم ضائع کرنا ہے۔اوران میں کوئی وہ ہے جو یہ چاہتا ہے کہ علماء صرف اس کے پاس ہی پائے جائیں اوران میں سے کوئی وہ ہے جو اپنے علم میں بادشاہوں جیسا رویہ رکھتا ہے کہ اگر اس کی بات کی مخالفت کی جائے یا اس کے کسی حق میں غفلت کی جائے تو غضب ناک ہوجاتا ہے اوران علماء میں کوئی وہ ہے کہ خود کو فتوی دینے کے لئے مقرر کرلیتا ہے تو اگر کسی مسئلے کا جواب نہ آئے تو یہ کہنے میں حیا محسوس کرتا ہے کہ میں نہیں جانتا لہٰذا بغیر علم کے اندازے سے بتادیتا ہے اوراپنی طرف سے مسئلہ شرعی گھڑنے والوں میں لکھا جاتا ہے اوران میں کوئی وہ ہے جو ہر سنی سنائی بات کردیتا ہے حتی کہ یہود ونصاری کا کلام بھی بیان کردیتا ہے تاکہ اس کا علم زیادہ ہو یا زیادہ سمجھا جائے۔

قول نمبر 8:

قول نمبر سات (7) میں مذکور علماء کے بارے میں قول حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (رواه الديلمی فی الفردوس، ج٢،ص ٨١٠،٢٦٢)

قول نمبر 9:

عن وهب بن منبه قال کان فی بنی اسرائیل رجال احداث الاسنان قد قرأوا

الکتب وعلموا علما وانهم طلبوا بقرأتهم وعلمهم الشرف والمال، وانهم ابتدعوا بها بدعا أدرکوا بها المال والشرف فضلوا واضلوا. وقال ابن عبدوس کلما توقر العالم وارتفع کان العجب الیه اسرع الامن عصمه الله بتوفیقه وطرح حب الریاسة عن نفسه. (جامع البیان العلم وفضله، ج ۱، ص ۲۸۳، بیروت)

ترجمہ: حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، بنی اسرائیل میں چند نوجوان تھے جنہوں نے کتابیں پڑھیں، علم سیکھا اور انہوں نے اپنی پڑھائی اور علم کے بدلے عزت و مال طلب کیا، انہوں نے اپنے علم کے ذریعے بدعتیں ایجاد کیں جس کے بدلے انہیں مال اور عزت ملی تو وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔اور ابن عبدوس نے کہا: جب کسی عالم کی تعظیم ہو اور وہ بلند مرتبہ پانے لگے تو خود پسندی تیزی سے اس کی طرف آتی ہے البتہ جسے اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے محفوظ رکھے اور مرتبے کی محبت اس کے دل سے نکال دے۔

اس قول میں ابن عبدوس کی عبارت کو بار بار پڑھ کر دیکھیں کہ زید کے فتوے کی زد میں آنے والے علماء کیا یہی بات نہیں سمجھا رہے؟

قول نمبر 10:

عن کعب انه قال لرجل راه یتبع الاحادیث "اتق اللّٰه وارض بالدون من المجلس ولاتؤذ أحدا فانه لوملأ علمک مابین السماء والارض مع العجب ما زادک اللّٰه به الا سفالا ونقصانا."

(جامع البیان العلم وفضله، ج ۱، ص ۲۸۳، بیروت)

ترجمہ: حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیثیں تلاش کرنے والے ایک شخص سے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈر اور مجلس میں نیچے رہنے پر ہی راضی رہ اور کسی کو اذیت نہ دے کیونکہ اگر تیرا علم زمین و آسمان کے مابین ہر چیز کو بھر دے اور اس کے ساتھ خود پسندی بھی لگی ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے تیری پستی اور نقصان کو ہی زیادہ کرے گا۔

مقام غور

ان تمام اقوال کو بار بار دیکھیں کہ کیا زید نے جن علماء پر فتوی لگایا ہے انہوں نے ایسی ہی باتیں نہیں کہیں؟ اور ان کو سامنے رکھ کر ہی علماء و مدرسین کو نہیں سمجھایا؟ اب ہم زید کی خیر خواہی کیلئے عرض کرتے ہیں کہ کسی مسلمان پر بدگمانی کرنا حرام قطعی ہے۔ مسلمان کے کلام کو اس کے اصل محمل سے ہٹا کر بیان کرنا، اس کے مقصد کو چھپا دینا اور حیلے و بہانے سے مسلمان پر کفر کا فتوی دینا سخت حرام ہے۔ فتوی کفر دینے میں اگر دھوکہ دہی ہے تو بخاری کی اس حدیث کو یاد رکھیں جس کا خلاصہ ہے کہ جو کسی مسلمان کو ناحق کافر کہے تو کفر اس پر لوٹ آتا ہے اور اگر دھوکہ دہی نہیں تو زید خوامخواہ کی بدگمانیوں میں مبتلا ہے۔ اس کی اصلاح کی نیت سے ہم یہاں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

" یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ. "

(پارہ:۲۶، سورۃ الحجرات، آیت:۱۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو! بہت گمان سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔

اور اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

وَ لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـٴُـوْلًا۝

(پارہ:۱۵، سورۃ بنی اسرائیل، آیت:۳۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔

رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"اِيَّاكُم وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ" رواه الائمة مالك و الشيخان وابو داؤد و الترمذی عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه۔(صحيح البخاری، ج۳، الحديث ۵۱۴۳،ص۴۴۶)

ترجمہ: یعنی گمان سے بچو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔ اس کو امام مالک، شیخین، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ حَتّٰى تَعْلَمَ اَقَالَهَا اَمْ لَا." رواه مسلم عن اسامة بن زيد عليه الرحمة (صحیح مسلم، الحدیث ۹۶، ص ۶۳، دار ابن حزم بیروت)

ترجمہ: تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا کہ دل کے عقیدے پر اطلاع پاتا۔

امام عارف باللہ سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّمَا يَنْشَأُ الظَّنُّ الْخَبِيثُ عَنِ الْقَلْبِ الْخَبِيثِ." نقله سيدی عبد الغنی النابلسی فی شرح الطريقة المحمدية ـ (الحديقة الندية ،ج۲،ص۸،مکتبه نوريه فيصل آباد)

ترجمہ: یعنی بدگمانی خبیث دل سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اسے سیدی عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ نے شرح الطریقۃ المحمدیۃ میں نقل کیا۔

(فتاویٰ رضویہ، ج۲۰، ۲۷۴)

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبــــــــــــــــه

ابو الصالح محمد قاسم القادری

27 ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ ـ 5 اپریل 2008ء

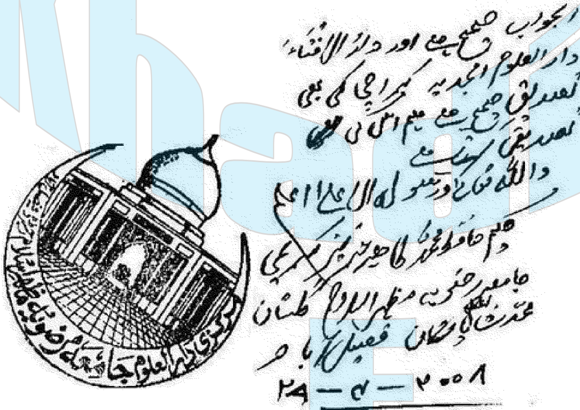
اس فتویٰ پر مفتیانِ کرام کی تصدیقات وتأثرات

(۱) (رئیس دارالافتاء وشیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ حضرت علامہ مولانا محمد اسماعیل مدظلہ العالی کی تصدیق وتأثرات، کراچی پاکستان)

جواب درست ہے اس میں حوالاجات موجود ہیں
فتاویٰ رضویہ جلد ۲۱ ص ۱۲۹ جلد ۲۹ ص 598
جلد ۲۱ ص 296 - علم و علماء ص ۲۹۱ ادارہ اسلامیات
علم کی حقیقت ص ۱۲۲ امام غزالی ص ۸۷ تذکرہ ص 223 - 229
محدث ابن مبارک فی الزہد ص 49 - حلیہ [illegible] ص 810
جامع البیان جلد ۱ ص 283
ان حوالاجات کی روشنی میں جواب تیار کیا گیا ہے۔ اگر جواب پر کسی کو اعتراض ہوگا۔ تو مذکورہ کتب کے مصنفین پر اعتراض شمار ہوگا
مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا علیہ الرحمۃ کے بارے میں مشہور ہے بھرے جلسہ دوران تقریر اگر کسی مقرر عالم سے غلطی ہو جاتی اسی وقت توبہ کرواتے اس کی اصلاح کرواتے فساد عقیدہ ہو یا اخلاق کے ماشدہ اصلاح ضروری ہے
فقط محمد اسماعیل



(۲) حضرت علامہ مولانا مفتی محمد طاہر عزیز کریمی صاحب کی تصدیق، جامعہ رضویہ مظہر الاسلام سردار آباد (فیصل آباد) پاکستان


الجواب صحیح ہے اور دار الافتاء
دار العلوم امجدیہ کراچی کی بھی
تصدیق صحیح ہے ہم اس کی بھی
تصدیق کرتے ہیں
واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم
فقیر حامد محمد طاہر عزیز کریمی
جامعہ رضویہ مظہر الاسلام گلستان
محمد ... فیصل آباد
۲۸-۷-۲۰۰۸

(۳) حضرت علامہ مولانا ابو حامد محمد مفتی احمد میاں برکاتی صاحب کی تصدیق، دار العلوم احسن البرکات حیدر آباد، پاکستان)

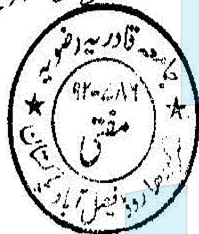
صح الجواب بعون الوہاب
العبد الفقیر ... غفرلہ الصمد
۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ
۱۷-۵-۲۰۰۸ء
ابو حامد مفتی احمد میاں برکاتی
مہتمم و شیخ الحدیث
دار العلوم احسن البرکات حیدر آباد

(۴) (حضرت علامہ مولانا مفتی غلام حیدر نقشبندی قادری صاحب، کی تصدیق و تاثرات، سردار آباد، فیصل آباد، پاکستان)

حضرت مولانا ابو صالح محمد قاسم قادری صاحب کا جواب درست ہے بے شک قرآنِ مجید اور اقوالِ اولیاء عظام و علماءِ کرام میں علماءِ دین کو ہدایات بھی فرمائی گئیں ہیں اور بے عمل اور دنیا سے زہد اور آخرت کی توجہ اختیار نہ کرنے والے علماء کو زجر و توبیخ بھی کی گئی ہے اور سخت الفاظ میں انہیں تنبیہات بھی فرمائی گئی ہیں۔ ابو صالح صاحب نے وہ ساری نصوص ذکر نہیں کیں لیکن مضمون بہت لمبا کر دیا ہے ہاں اپنا مدعا ٹھیک بیان کر دیا ہے۔ بات یوں ہے کہ امرِ بالمعروف و نہی عن المنکر کی ہر کسی کو ضرورت ہے حتیٰ کہ کاملین بھی اس سے بے نیاز نہیں کیونکہ انہیں بھی کامل سے کامل تر بننے کی ضرورت ہوتی ہے، ہاں معصوم ہستیاں یعنی انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی کہ کوئی دوسرا انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے کیونکہ وہ پہلے ہی ہر لحاظ سے کامل ترین ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں بلا واسطہ یا بالواسطہ خود رہنمائی فرماتا ہے اور عام کامل ترین حضرات کے جہاں مراتب ختم ہوتے ہیں ان کے کمالات کا وہ نقطۂ ابتداء ہوتا ہے اور ان کے کمالات کی حد و انتہا نہیں ہوتی یہ چونکہ اپنی پاکیزہ ترین طبائع کی بناء پر خود ہی معروف پر ہوتے ہیں۔ ان حضرات کا کسی منکر پر ہونا متصور نہیں ہو سکتا باقی عوام الناس اور عوام العلماء درکنار جو محفوظ حضرات ہیں جیسے صحابۂ کرام اور دیگر اولیاء الٰہی تعالیٰ، رضی اللہ تعالیٰ عنہم وہ بھی ایک دوسرے کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہے ہیں اور اس سلسلے میں باہم سختی بھی فرماتے رہے ہیں اور مواخذہ کی کوشش بھی کرتے رہے ہیں اور مقصود ان سب کا یہی تھا

''ایک دوسرے کو رضائے الٰہی سبحانہ تعالیٰ پر پابند رکھنا'' زید صاحب کو چاہئے کہ دینی کتب کا مطالعہ وسیع کریں اور دین سے وابستہ حضرات یعنی علماءِ کرام اور طلباء اور مریدینِ راہِ سلوک کو جو آدمی اچھائی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے (کیونکہ یہ حضرات معصوم نہیں) اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا مندی والے طور اطوار اپنانے اور ان کے دربارِ پاک سے دوری کا باعث بننے والی حرکات سے بچنے کا حکم شرعی سنائے اور سمجھائے اسے ان حضرات کا خیر خواہ سمجھیں اور دین نام ہی نصیحت یعنی خیر خواہی کا ہے۔

مفتی غلام حیدر نقشبندی قادری



(۵) (دارالافتاء جامعۃ الاسلامیہ انوار العلوم، پاکستان کی تصدیق،)



(۶) (حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد العلی صاحب، موضع الافتاء، ملتان، پاکستان)

الجواب صحیح والمجیب نجیح
محمد عبد العلی [illegible] خادم [illegible]

(۷) (حضرت علامہ مولانا مفتی فیض احمد اویسی صاحب کی تصدیق، بہاولپور ، پاکستان)

الجواب صحیح
محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ
بہاولپور

(۸) (حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عمران صاحب کی تصدیق وتاثرات، دارالافتاء جامعہ نعیمیہ لاہور، پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجواب بعون الملک الوھاب

[illegible]

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
محمد عمران غفرلہ
خادم دارالافتاء جامعہ نعیمیہ لاہور



(۹) (حضرت علامہ مولانا مفتی شمس الہدیٰ مصباحی صاحب کے تاثرات وتصدیق ، جامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، ہند)

باسمہ وحمدہ تعالیٰ ۔توہین وتعظیم کا مدار عرف پر ہے توہینِ علماء سے متعلق امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے قولِ فیصل پیش فرما دیا ہے اسے بار بار پڑھنا چاہئے ۔رقمطراز ہیں ''عالمِ دین کو برا کہنا اگر اس کے عالمِ دین ہونے کے سبب ہے تو کفر ہے''(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۱)

زید کی پیش کردہ عبارتوں میں کوئی بھی کفری نہیں اور اگر کسی جملہ میں احتمال کفر ہو تو زید کو کیسے معلوم کہ وہی پہلو قائل کی مراد ہے ''**افلا شققت عن قلبه حتى تعلم اقالها ام لا**'' **رواه مسلم فی صحیحه** کیا اس نے قائل کا دل چیر کر دیکھ لیا کہ یہی معنیٰ مراد لیا ہے''۔امام احمد رضا قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں ''ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکمِ اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے''(سبحان السبوح) لہٰذا زید کو حکمِ تکفیر سے زبان سے روکنا لازم ورنہ بحکم حدیث نبوی حکمِ کفر اسی پر نہ لوٹ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شمس الہدیٰ عفی عنہ
الجامعۃ الاشرفیۃ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی
۱۶ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

(۱۰) (حضرت علامہ مولانا مفتی محمد نسیم صاحب کے تاثرات وتصدیق، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، ہند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب: علمائے دین کی تائید وحمایت امر مستحسن ہے اوراس کی کوشش کرنے والا اجر کا مستحق ہے۔مگر شریعت کی حد ہی میں رہ کرتائید وحمایت کرنی چاہیے۔ایسی تائید وحمایت مستحسن نہیں مذموم ہے جوحدود شرع سے تجاوز کرکے کی جائے۔کسی شخص نے اگر عالم دین کے بارے میں کوئی ایسا جملہ کہہ دیا جوکفر نہیں۔مگر عالمِ دین کی حمایت میں اس جملے کوکفر کہنا اور قائل کی تکفیر کرنا اس عالم دین کی تائید وحمایت نہیں اورایسا شخص اجر کا مستحق نہیں بلکہ اس حدیث کا مصداق ہے۔حضوراقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا۔اجراکم علی الفتیااجراکم علی النار (تم میں جوفتویٰ دینے میں زیادہ جری ہے وہ جہنم میں جانے میں زیادہ جری ہے)فقہائے عظام ارشادفرماتے ہیں اگرمسلمان کے کلام کی صحیح تاویل ممکن ہوتو جہاں تک ممکن ہواس کے کلام کی تاویل کی جائے۔اگرکسی کے کلام میں چندمعنی بنتے ہوں بعض کفرکی طرف جاتے ہوں۔بعض اسلام کی طرف تواس شخص کی تکفیرنہیں کی جائے گی۔تنویر الابصارودرمختارمیں ہے

لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن اوکان فی کفره خلاف ولوکان ذالک روایة ضعیفة (جلد۳ص۲۸۹)

مجدداعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سل السیوف الھندیہ میں تحریرفرماتے ہیں"ہم احتیاط برتیں گے جب تک ضعیف ساضعیف احتمال ملے گاحکم کفرجاری کرتے ڈریں گے"(صفحہ۲۲) سبحان السبوح میں تحریرفرماتے ہیں"امام الطائفہ(اسماعیل دہلوی) کے کفرپربھی حکم نہیں کرتا۔ہمیں ہمارے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الہٰ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکمِ اسلام کے لیے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔"(ص۸۰)

البحرالرائق میں ہے وفی الخلاصۃ وغیرھا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب التکفیر ووجہ واحد یمنع التکفیر فعلیٰ المفتی ان یمیل الی الوجہ الذی یمنع التکفیر تحسینا . للظن بالمسلم الااذاصرح بارادۃ موجب الکفر فلا ینفعہ التاویل حینئذ

وفی التاتارخانیۃ لا یکفر بالمحتمل

(جلد خامس ص۱۳۴) تنویر الابصار و درمختار و البحرالرائق کے جزئیات و اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصریحات سے یہ واضح ہوگیا کہ جس قول میں کفر و اسلام دونوں کا احتمال ہو تو اس قائل کی تکفیر نہیں کی جائے گی البتہ جب قائل اپنی نیت ظاہر کردے کہ اس کی مراد کفری معنی ہی ہے تو اب اس قائل کی تکفیر کی جائے گی۔ یہاں سوال میں جتنے اقتباسات منقول ہیں کوئی بھی اقتباس کفر نہیں تو زید کا ان اقتباسات کے قائلین پر حکم کفر جاری کرنا اصول فتویٰ سے ناواقفیت اور واضح غلطی ہے اس پر واجب ہے کہ اپنے اس حکم سے رجوع کر کے توبہ و استغفار کرے۔

استاذ و عالمِ دین و پیر و مرشد کا اپنے طلبہ دوسرے علماء اور مریدوں کو بدعملی کے نقصانات بتانا برے و بد عمل علماء کی صحبت سے دور رہنے اور اپنے آپ کو بدعملی سے دور رکھنے کی تلقین کرنے میں علمائے دین کی توہین و تذلیل نہیں بلکہ اکابر اسلاف کا شیوہ و طریقہ ہے اس کی متعدد نظیریں اسلاف بالخصوص حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں ملیں گی۔ اور احادیث میں بھی علمائے سوء کی مذمتیں وارد ہیں۔ مشکوۃ شریف میں حضرت اَحوَص بن حکیم سے مروی ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ سال رجل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الشّر فقال لا تسئلونی عن

الشرّ وسلونی عن الخیر یقولها ثلثا ثم قال اَلا ان شر الشر شر ارالعلماء وان خیر الخیر خیار العلماء کسی نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے برائی کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ مجھ سے برائی کے بارے میں نہ پوچھو بھلائی کے بارے میں پوچھو تین بار فرمایا۔ پھر فرمایا:

''آ گاہ رہو کہ بدترین شریر بُرے علماء ہیں اور اچھوں سے اچھے بہترین علماء ہیں۔ اس حدیث کی شرح میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں،

قال الطیبی انما کانوا اشرالشروخیر الخیر لا نهم لصلاح العالم وفساده......اه او لان عذاب شرارهم فی العقبیٰ شرالعقاب و مراتب خیارهم فی منازل الجنة خیر ماب.

حضرت طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بُرے علماء بدترین شریر اور اچھے علماء اچھوں سے اچھے اس لیے ہیں کہ یہ عالم (دنیا) کے صلاح وفساد (صحیح رہنے اور بگڑنے) کے سبب ہیں۔ اور آخرت میں برے عالم کو سخت عذاب ہوگا۔ اور اچھے عالم کا ٹھکانہ جنت میں ہوگا۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

ان من اشر الناس عندالله منزلة یوم القیمة عالم لا ینتفع بعلمه رواه الدارمی (مشکوۃ)

قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدتر درجہ والا وہ عالم ہے جس کے علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے۔ اس حدیث کی شرح میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

بان تعلم علما لا ینفع اوتعلم علما شر عیا لکن ما عمل به فانه شر من الجاهل وعذابه اشد من عقابه کما قیل ویل للجاهل مرة وویل للعالم سبع مرات جلد اول ص ۲۱۳)

یعنی ایسا علم حاصل کیا جونفع بخش نہ ہو یا علم شریعت حاصل کیا لیکن اس پر عمل نہیں کیا تو وہ جاہل سے زیادہ برا ہے اوراس کا عذاب جاہل کے عذاب سے سخت تر ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ جاہل کی سزا ایک بار ہے اور برے عالم کی سزا سات بار ہے ایک اور حدیث میں فرمایا گیا

یکون فی آخر الزمان عباد جهال و علماء فساق۔ آخر زمانہ میں جاہل عبادت گزار اور فاسق علماء ہوں گے۔

ایک اور حدیث میں ہے **من ازداد علماولم یزد د هدی لم یزدد من الله الا بعد ا** ،جس کا علم زیادہ ہوا اور ہدایت وعمل میں ترقی نہ ہوئی تو اللہ سے اس کی دوری بھی زیادہ ہی ہوگی ایک اور حدیث میں ہے **لایکون المرء عالماً حتی یکون بعلمه عاملاً** اس وقت تک آدمی عالم نہ ہوگا جب تک اپنے علم پر عامل نہ ہو۔ حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرائض وآداب معلم میں تحریر فرماتے ہیں۔ جو علم سے مال کا طالب ہو اس کی مثال اس شخص کی ہے جو اپنے جوتے کے نچلے حصے سے اپنا چہرہ صاف کرے۔ کیونکہ اس نے مخدوم کو خادم اور خادم کو مخدوم بنا دیا۔ معلم متعلم سے یہ امید رکھتا ہے کہ ہر مصیبت میں اس کا ساتھ دے اس کے دوست کی مدد کرے اور اس کے دشمن سے دشمنی رکھے اور اس کے سامنے اس کی خدمت کے لیے دست بستہ کھڑا رہے اگر ذرا بھی اس نے اس کے حق میں کوتاہی کی تو معلم اس پر بھڑک اٹھتا ہے۔ اور اس کا بڑا دشمن ہو جاتا ہے کس قدر گھٹیا ہے ایسا عالم جو اپنے لیے اس رتبے کو پسند کرے پھر اس پر خوش ہو۔ اس کے باوجود یہ کہتے ہوئے نہ شرمائے کہ تدریس سے میرا مقصد علم کی اشاعت اور اللہ تعالیٰ کی قربت اور اس کے دین کی حمایت ہے۔ ص ۳۰......ص ۳۲ پر رقمطراز ہیں۔

یہ سب معلمین کے اخلاقِ ذمیمہ ہیں جس سے بچنا چاہیے۔ معلم اپنے علم پر عمل پیرا بھی ہو۔ اس کا فعل

اس کے اقوال کی تکذیب نہ کرتا ہو۔ص ۳۳ پر تحریر فرماتے ہیں۔اسی لیے معاصی میں عالم کا گناہ جاہل کے گناہ سے بڑا ہے کیونکہ عالم کے پھسلنے سے کثیر عالم پھسل جاتا ہے اور اس کی اقتدا کرنے لگتا ہے۔ ص ۳۴ پر تحریر فرماتے ہیں۔فرمایا گیا ہے"ہر عالم کے پاس نہ بیٹھو،مگر ایسے عالم کے پاس جو تمہیں پانچ چیزوں کی طرف لے جائے ...... مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرماتے ہیں اتفاق علماء کا یہ حال کہ حسد کا بازار گرم ایک کا نام جھوٹوں بھی مشہور ہوا تو بہتیرے سچے اس کے مخالف ہو گئے۔اس کی توہین تشنیع میں گمراہوں کے ہم زبان بنے کہ"ہیں"لوگ اسے پوچھتے ہیں اور ہمیں نہیں پوچھتے اب فرمائیں کہ وہ قوم کہ اپنے میں کسی ذی فضل کو نہ دیکھ سکے اپنے یا ناقصوں کو کامل قاصروں کو ذی فضل بنانے کی کیا کوشش کرے گی۔حاشا یہ کلیہ نہیں مگر للاکثر حکم الکل (جلد دوازدہم ص ۱۳۲) زید ان احادیث ومحدثین وحضرت امام غزالی مجدد اعظم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مذکورہ بالا ارشادات کے بارے میں کیا کہے گا۔معاذ اللہ اس کے خیال میں ان حضرات پر بھی حکم کفر ہوگا۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم . واللہ تعالیٰ اعلم.

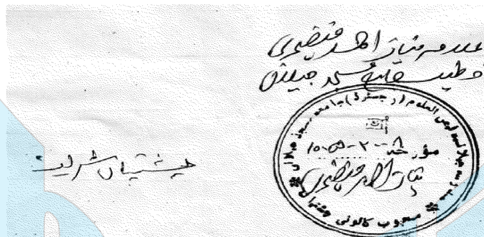
محمد نعیم
کتبہ
جامعہ رشیدیہ ساہیوال ۱۳ ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ

(۱۱) (حضرت علامہ مولانا مفتی نیاز احمد فیضی صاحب کے تاثرات و تصدیق، چشتیاں شریف، پاکستان)

الجواب ومنہ الصدق والصواب

قول نمبر ۱ تا قول نمبر ۷ تک کی گفتگو پر زید کے خیال میں حکم کفر ہے مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ زید کا دماغ درست نا باشد قبلہ مفتی صاحب نے جو اسکا جواب دیا ہے وہ بالکل درست دیا ہے۔احقر

العباد کو اس سے پورا پورا اتفاق ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب



(۱۲) (حضرت علامہ مولانا مفتی محمد سراج سعیدی قادری صاحب تاثرات و تصدیق، اوچ شریف بہاولپور، پاکستان)

اللہ تعالیٰ نے انسان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے ''ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصالحات وتواصو ابالحق وتوا صو ا بالصبرO'' خسارے سے بچنے کے لئے انسان پر چار چیزیں لازم ہیں ایمان، اعمالِ صالحہ، ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرنا اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرنا امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کے بارے میں فرمایا۔ ''کنتم خیر امة اخرجت للناس تأ مرون بالمعروف وتنھون عن المنکر Oاس آیت کی رو سے امت کی خوبی یہی ہے کہ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔ سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ: شیطان انسان میں اسطرح دوڑتا ہے جس طرح اس کی رگوں میں خون دوڑتا ہے۔

مندرجہ بالا احکامات کے پیشِ نظر اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت حضرت علامہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ کی روشنی میں مولانا محمد قاسم صاحب کا جواب

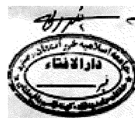
درست ہے۔نفسِ امارہ کی لغزشوں سے آگاہ کرنے والے قابلِ داد ہیں۔پیکرِ عصمت حضرت سیدنا یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں قرآنِ مجید کی گواہی موجود ہے۔"وما ابرئ نفسی ان النفس لا مارة بالسوء O"پھر ماوشما کس قطار میں ہیں۔نفس وشیطان کی تخریب کاری کا ہر وقت فکر کرنا چاہئے اور ان کے مکائد سے متنبہ ہونے کیلئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔سوال نامے میں جن باتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان سے بچنا بہت ضروری ہے،زید نے ناصحین پر فتویٰ کفر لگایا اصلاح اعمال واحوال کا دروازہ بند کرنے کی کوشش کی ہے اسے اپنے فتویٰ پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔فقط واللہ تعالیٰ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

المجیب مفتی محمد سراج احمد سعیدی قادری

مفتی محمد سراج احمد سعیدی قادری

0301-7793990

(۱۳) (حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شفیع مظہر الحامدی صاحب کی تصدیق، جامعہ اسلامیہ خیر المعاد، ملتان پاکستان)



تائید کنندہ محمد شفیع مظہر الحامدی عفی عنہ
خادم دارالافتاء جامعہ اسلامیہ خیر المعاد ملتان

(۱۴) (حضرت علامہ مولانا مفتی سید ظفر علی مہروی صاحب کی تصدیق، مدرسہ غوثیہ مہریہ، لودھراں، پاکستان)

احقر سید ظفر علی مہروی غفرلہ

مدرسہ غوثیہ مہریہ

(۱۵) حضرت علامہ مولانا مفتی فیض الرسول رضوی صاحب کی تصدیق ، دارالافتاء اہلسنت ، کراچی، پاکستان

محمد فیض الرسول الرضوی

(۱۶) حضرت علامہ مولانا مفتی فضیل رضا عطاری صاحب کی تصدیق، دارالافتاء اہلسنت ، کراچی، پاکستان

الجواب صحیح والمجیب نجیح

فضیل رضا العطاری عفا عنہ الباری

فتوی نمبر (20)

ہم غریبوں کے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پہ بے حد درود

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ زید صحیح العقیدہ سنی بریلوی ہے مسلک اعلیٰ حضرت پر شدت سے کاربند ہے اور اس کا مسلکی تصلب ،شک وشبہ سے پاک ہے۔اس نے صابر وشاکر فقراء کے فضائل بیان کرتے ہوئے یوں کہا ''خاتم النبیین ، شفیع المذنبین ،انیس الغریبین ،سید الفقراء والمساکین ،رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فقراء مالداروں کی بہ نسبت پانچ سو سال پہلے جنت میں جائینگے'' اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا مقامِ مدح میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے القاب بیان کرتے ہوئے تعریف کی نیت سے لفظ ''سید الفقراء والمساکین '' کہنا شرعاً کیسا ہے ؟ایک صاحب نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ خدانخواستہ یہ کلمہ مقامِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شایانِ شان نہیں ہے اور اس سے اہانت کا مفہوم نکلتا ہے ۔

بینوا توجروا

سائل محمد افضل رفیق ابو العلائی گلشنِ اقبال کراچی

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں واضح ہو کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے لئے مقامِ مدح میں تعریف کی نیت سے دیگر القابات کے ساتھ ''سید الفقراء والمساکین'' کے لقب کا استعمال شرعاً جائز ودرست ہے جبکہ اس کے کلام کا سیاق وسباق بھی صریحاً اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ یہ القابات مقامِ مدح میں بیان کرر ہا ہے۔اس کی نیت بھی یہی ہے اور اس کا مقصد اصحابِ فضیلت ،فقراء ومساکین کو ترغیب دلانا ہے کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہِ کرم

ان پر ہے اور آپ ان کے مربی و آقا ہیں تاکہ فقر و مسکنت کے شدائد برداشت کرنا ، اخروی اجر اور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبتِ غلامی کے طفیل ان کے لئے آسان ہو جائیں۔ سوال میں جن صاحب کی طرف سے اس کلمے کے مُوہمِ اہانت ہونے کا خدشہ ظاہر کیا گیا ہے، وہ درست نہیں ہے، جبکہ استعمال کرنے والا سنی صحیح العقیدہ ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کے مسلک پر شدت سے کاربند اور عامل ہے اور اسی کا داعی ہے ہم اپنے اس موقف کو سطور ذیل میں دلائل کے ساتھ بیان کریں گے۔ ہمارے نزدیک مقامِ مدح میں ''سید الفقراء والمساکین'' کے معنیٰ ہیں فقراء کے آقا و مربی، ان کے سردار، فقراء و مساکین پر سخاوت فرمانے والے، فقراء و مساکین کے مطاع و متبوع، فرماں روا، قوم کی تکالیف کا حلم و بردباری کے ساتھ تحمل فرمانے والے و غیرھا من المعانی۔ اکابرِ اُمت نے لفظِ ''سید'' کو ان معانی یا ان کے متقارب معنی میں استعمال کیا ہے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روح المعانی ج ۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ ملتان میں سورۃ آلِ عمران کی آیت نمبر 39 میں ''وسیدا و حصوراونبیا من الصٰلحین'' کے تحت لفظ ''سید'' کے کثیر معانی بیان فرمائے ہیں یہاں ذیل میں صرف ان معانی کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کا استعمال لفظ ''سید الفقراء'' میں ممکن ہے۔

(۱) روح المعانی لسان العرب النھایہ لابن اثیر اور البحر المحیط میں لفظ ''سید'' کا ایک معنیٰ ''سخی'' کیا گیا ہے اس تقدیر پر ''سید الفقراءِ والمساکین'' کا معنیٰ ہوگا فقراء و مساکین پر سخاوت فرمانے والا نیز لسان العرب میں ہے'' وجاء فی الحدیث السید من اعطی مالا ورزق سماحا فادنیٰ الفقراء و قلت شکایتہ فی الناس۔ ترجمہ: ایک حدیث میں آیا ہے کہ سید وہ ہے جس کو مال دیا گیا ہو اور سخاوت

کی توفیق دی گئی ہو اور اس نے فقراء کو قریب کرلیا ہو اور لوگوں کو اس سے شکایت نہ ہو (شعب الایمان 10898 المعجم الاوسط 7006) علامہ ابنِ اثیر نے بھی اس حدیث کو النھایۃ میں ج ۲ ص 417 پر نقل فرمایا ہے بس اس معنیٰ کے اعتبار سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر لفظ ''سید الفقراء والمساکین'' کا اطلاق بالکل درست ہے مزید براں یہ کہ قرآنِ کریم میں ارشاد باری تعالی ہے'' اما السائل فلاتنھر '' ترجمہ: اور منگتا کو نہ جھڑکو (الضحی آیت نمبر 10) اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

(حدائق بخشش ص 144 مطبوعہ شبیر برادرز)

(2) روح المعانی اور لسان العرب میں ایک معنی یہ ہیں السید المالک الذی تجب طاعتہ، یعنی وہ مالک جس کی اطاعت واجب ہو، اس معنی کے لحاظ سے بھی ''سید الفقراء والمساکین'' کا اطلاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر بدرجہ کمال درست ہے ،لقولہ تعالیٰ النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم (الاحزاب آیت نمبر 6) اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول (النساء آیت نمبر 59)

(3) اردو، فارسی کی عام لغات میں ''سید'' کے معنی آقا بھی موجود ہے اس اعتبار سے ''سید الفقراء والمساکین'' کا معنی ''فقراء اور مساکین'' کے آقا ہوگا اور یہ معنی عرف عام میں کثیر الاستعمال بھی ہے۔ اعلحضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش ص 39 مطبوعہ شبیر برادرز)

ایک جگہ فرماتے ہیں۔

سب نے صف محشر میں للکار دیا ہم کو
اے بے کسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے

(حدائق بخشش ص121 مطبوعہ شبیر برادرز)

نیز جگر گوشہ صدر الشریعہ حضرت علامہ مولانا قاری مفتی رضاء المصطفی اعظمی دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے مرتب کردہ مجموعہ وظائف مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی کے صفحہ ۱۸۱ تا ۱۸۲ پر درود اکبر کے فضائل میں ۱۲۸ اشعار پر مشتمل ایک مکمل نظم تحریر فرمائی ہے جس کا آغاز درج ذیل اشعار سے ہوتا ہے۔

بعد حمد خالق دنیا ودین بعد نعت پاک ختم المرسلین
ہے فضیلت جو درود پاک کی ہے درود اکبر میں وہ سب آگئی

اسی درود اکبر میں صفحہ نمبر ۱۹۷ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے سید الجائعین ، صفحہ نمبر ۲۰۱ پر ''سید الغرباء'' اور صفحہ ۲۰۳ پر ''سید المساکین'' کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اس درود اکبر کا بلا نکیر عرصہ دراز سے اہل اسلام میں متداول ہونا اور علماء کرام ومشائخ عظام کے اوراد و وظائف میں اس کا شامل ہونا، اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ان الفاظ کا اطلاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر بلا کراہت درست ہے۔

(4) روح المعانی میں ہے ان اصل معنی سید من سود قومه ویکون له اتباع معنی: بے شک اصل معنی کے اعتبار سے سید وہ ہے جو اپنی قوم کی سیادت کرتا ہو اور اہل قوم اس کی اطاعت کرنے والے ہوں ، اس معنی کے لحاظ سے بھی ''سید الفقراء والمساکین'' کا اطلاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر درست ہے۔

(5) اردو، فارسی لغات میں ''سید'' کا ایک معنی ''فرمانروا'' اور ''بادشاہ'' کیا گیا ہے، اس معنی کے لحاظ سے بھی ''سید الفقراء والمساکین'' کا اطلاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر درست ہے نیز بالخصوص فقراء ومساکین کی طرف لفظ ''سید'' کی اضافت کرنے میں فقراء اور مساکین کی دلجوئی اور ان کی تسکین خاطر کے ساتھ ساتھ ان کی عظمت وفضیلت کا اظہار بھی مقصود ہوسکتا ہے۔

چنانچہ مختصر المعانی صفحہ نمبر ۸۴ پر اضافت کے ذریعے سے مسند الیہ کو معرفہ بنانے کے فوائد بیان کرتے ہوئے علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اولتضمنھا ای لتضمن الاضافۃ تعظیم لشان المضاف الیہ اوالمضاف اوغیرھا کقولک فی تعظیم المضاف الیہ عبدی حضر ،توجس طرح مذکورہ مثال میں بذریعہ مضاف ،مضاف الیہ کی فضیلت ثابت ہورہی ہے،اسی طرح لفظ ''سید الفقراء والمساکین''میں بھی مضاف (سید) کی اضافت کے باعث مضاف الیہ (فقراء ومساکین) کے لئے عظمت ثابت ہو رہی ہے گویا کہ یہ کہا گیا کہ فقراء کی کیا ہی شان نرالی ہے، یہ تو ایسے خوش بخت لوگ ہیں جن کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسے آقا نصیب ہیں۔ایسا لفظ جس کی وضع متعدد معانی کے لئے ہو ،اسے اصطلاح میں مشترک کہتے ہیں اور کسی خاص مقام پر اس کے متعدد معانی میں سے کسی ایک یا زائد معنیٰ کا تعین دلالتِ سیاق وسباق اور قرائن کی بنا د پر کیا جاتا ہے اور الحمد اللہ یہاں پر تو ان تمام معانی کا اطلاق درست ہے اور زیرِ نظر عبارت ان سب کا مصداق بننے کی اہل ہے۔

(6) علامہ ابنِ اثیر نے النہایہ جلد ۲ صفحہ ۴۱۸ مطبوعہ ایران میں ''سید'' کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا ہے: السید یطلق علی متحمل اذی قومہ ،لفظِ ''سید'' کا اطلاق اپنی

قوم کی جانب سے آنے والی تکالیف کو برداشت کرنے والے پر ہوتا ہے۔اب ''سید الفقراء والمساکین'' کا معنیٰ یہ ہوگا کہ فقراء ومساکین کی طرف سے پیش آنے والی تکلیفوں کو برداشت کرنے والے۔

لسان العرب میں ہے:**قال عکرمۃ السید الذی لا یغلبہ غضبہ**۔اس معنی کے اعتبار سے بھی ''سید الفقراء والمساکین'' کا اطلاق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر درست ہے کیونکہ جب کسی سخی کے پاس سائلین کی بھیڑ ہوتی ہے تو وہ تنگ آکر کبھی ترش رو بھی ہوجاتا ہے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مانگنے والوں کی کثرت ، بے وقت ان کی آمدورفت ، جاہلانہ اندازِ تکلم اور ناروا اندازِ گفتگو کے باوجود بھی کبھی تنگ دل ہوکر سخت جواب نہ دیتے بلکہ جوں جوں ، آپ کے ساتھ جہالت کا برتاؤ زیادہ کیا جاتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلم بھی بڑھتا چلا جاتا، سیرتِ مبارکہ میں اس نوعیت کے کئی واقعات منقول ہیں۔

(7) لفظ ''سید'' عربی کتب میں نگران اور نگہداشت کرنے والے کے معانی میں بھی مستعمل ہے جیسا کہ علامہ ابنِ اثیر نے النہایہ میں لکھا ہے **کل بنی آدم سید فالرجل سید اھل بیتہ والمراۃ سیدۃ اھل بیتھا** ''ہر بنی آدم سید (نگران) ہے، مرد اپنے اہل بیت کا سید (نگران) ہے اور عورت اپنے اہلِ بیت کی سیدہ (نگرانی کرنے والی) ہے (النہایہ ابنِ اثیر جلد۲ ص 417 مطبوعہ ایران) اس معنیٰ کے اعتبار سے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر ''سید الفقراءِ والمساکین'' کا اطلاق درست ہے کیونکہ آپ ''فقراء و مساکین'' کی نگرانی کرنے والے ہیں بالخصوص اصحابِ صفہ کی نگہداشت فرمایا کرتے تھے جس صاحب کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر لفظ ''سید الفقراءِ والمساکین'' کے اطلاق

سے ایہام واہانت کا خدشہ ہوا ہے غالباً اس نے یہاں پر مضاف کو مضاف الیہ کی جنس میں داخل مان کر ''افقر الفقراء'' سمجھا ہے جبکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ مضاف ہمیشہ مضاف الیہ کی جنس سے ہی ہو بلکہ مضاف کبھی مضاف الیہ کی جنس سے ہوتا ہے اور کبھی مضاف الیہ کی جنس سے نہیں ہوتا مثلاً ''سید المرسلین وسید المتقین'' ان دونوں مثالوں میں مضاف ''سید'' مضاف الیہ (مرسلین، متقین) کی جنس میں داخل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرسلین اور متقین کے سردار ہونے کے ساتھ ساتھ خود بھی مرسل او متقی ہیں اور ''شفیع المذنبین وانیس الغریبین'' ان دونوں مثالوں میں مضاف (شفیع وانیس) مضاف الیہ مذنبین، غریبین کی جنس میں داخل نہیں اسی طرح ''سید الفقراءِ والمساکین'' میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقراء و مساکین کے ''سردار وآقا تو ہیں لیکن خود فقیر و مسکین نہیں ہیں۔

ہاں اگر بفرضِ محال لفظ سید الفقراءِ ومساکین ''افقر الافقراء'' کے معنیٰ میں متعین ہوتا اس میں کسی دوسرے معنی کا احتمال بالکل نہ ہوتا تو پھر محض لفظِ ''سید الفقراءِ والمساکین'' ہی نہیں بلکہ لفظ ''فقیر و مسکین'' کا استعمال بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے لئے ناجائز وحرام ہوتا جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی فتاویٰ رضوی جلد ۶ ص ۱۲۶ میں فرماتے ہیں خزانۃ الاکمل مقدسی و ردالمحتار واخر شتیٰ میں ہے **یجب ذکرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باسماء معظمۃ فلا یجوز ان یقال انہ فقیر غریب مسکین** ''زرقانی علی المواہب میں ہے **قال تعالیٰ ووجدک عائلاً فاغنیٰ، نص علی انہ اغنٰہ فزال عنہ ذالک الوصف فلا یجوز وصفہ بہ بعدہ** لیکن الحمدللہ علیٰ احسانہ لفظ ''سید'' کے اطلاق واستعمالاتِ مقبولہ مرضیہ تو ہم نے

متعدد بیان کر دیئے اور قائل کی مراد بھی یہ ہے جب کہ اس کے برعکس لفظ ''سید الفقراءِ و المساکین'' کا ''افقر الفقراءِ'' کے معنی میں نادراً استعمال بھی سلف سے خلف تک کہیں ہماری نظر سے نہیں گزرا بلکہ اس کے بجائے اکابرِ امت وسلف وصالحین نے تو اس کے ہم معنیٰ الفاظ مثلاً ''سید المساکین، امام المساکین'' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف بیان کرنے کے لئے بطورِ القاب استعمال فرمائے ہیں۔

چونکہ احادیث میں صابر وشاکر فقراء کے فضائل بکثرت مذکور ہیں۔

جیسا کہ جامع الترمذی جلد۲ باب ماجاء فی الکفاف صفحہ ۵۸ مطبوعہ ملتان میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوں دعاء مانگا کرتے تھے ''اللھم توفنی فقیرا ولا توفنی غنیا'' اور مرقات شرح مشکوۃ جلد۹ صفحہ نمبر ۱۰۰ پر ہے ''ابنِ ملک نے کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوں دعاء مانگا کرتے تھے ''اللھم انصرنا علیٰ الاعداء بحق عبادک الفقراء المھاجرین وفیہ تعظیم الفقراء والرغبۃ الی دعائھم والتبرک بوجوھھم ''، صفحہ ۹۹ پر ہے ''الفقرا زین علیٰ المومن من العذار الحسن علیٰ خد العروس (الطبرانی عن شداد بن اوس) روی الفقر شین عند الناس وزین عند اللہ یوم القیامۃ (رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت :ماشبع اٰل محمد من خبز الشعیر یومین متتابعین حتیٰ قبض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ،حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعاء مانگی اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ مسکین ہی وفات دے اور مسکینوں کی جماعت میں حشر نصیب کر تو

جنابِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا آپ نے یہ دعاء کیوں مانگی؟ تو ارشاد فرمایا: مسکین لوگ مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے، اے عائشہ مسکین کو خالی ہاتھ نہ پھیرو، خواہ (اور کچھ میسر نہ ہو تو کھجور کی قاش ہی دیدو۔ (جامع الترمذی ج ۲ ص ۵۸ مطبوعہ ملتان)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مراۃ شرح مشکوۃ ج ۷ ص ۶۸ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ قیامت میں مساکین کی ایک جماعت ہو، ان میں سے میں بھی ہوں اگرچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس جماعت کے امام ہیں مگر اپنے کو ان میں سے ایک قرار دینا ان کی عزت افزائی ہے۔ تاہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارگاہِ الٰہی میں عجز کے طور پر اپنے آپ کو زمرۂ مساکین میں شامل فرمائیں تو یہ آپ کو روا ہے لیکن ہمارے لئے آپ کو ''فقیر و مسکین'' کہنا ناروا بلکہ حرام ہے۔

لہذا جب تک قائل کے سیاق کلام یا طرزِ تکلم سے تنقیص وتوہین کا پہلو ظاہر نہ ہو، اس وقت تک حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے لفظِ سید الفقراء والمساکین کے اطلاق کو حرام یا کفر قرار دیا نہیں جا سکتا لیکن یاد رہے کہ مذکورہ بالا حکمِ شرعی (حرام و ناجائز یا کفر) خاص ان الفاظ کا ہے جن کے معنیٰ معین طور پر ''فقیر'' یا سب سے ''بڑا فقیر'' ہیں مگر ''سید الفقراء'' سب سے بڑا فقیر ہونے کے معنیٰ میں متعین تو کیا کہیں بھی نہیں ہے۔ نیز عربی اور اردو کتب میں لفظِ سید ''سید الفقراء'' کا استعمال سب سے بڑے فقیر کے معنیٰ میں کہیں نظر سے نہیں گزرا اور نہ ہی ہمارے عرف میں اس لفظ کے اطلاق سے لوگ یہ معنیٰ سمجھتے ہیں، ورنہ صحیح العقیدہ سنی مسلمان اس لفظ کو بطور لقب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے کیونکر استعمال کر سکتا ہے جبکہ سوال میں مذکورہ قول کے اندر لفظِ ''سید الفقراء'' تعریفی کلمہ سمجھ کر بطور ''لقب'' استعمال کیا ہے اس لئے دیگر القابات کے ساتھ ملا کر لفظ ''سید الفقراء والمساکین'' کو بطور

لقب وتعریف کے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مقامِ مدح میں فقراء و مساکین کے فضائل بیان کرتے ہوئے تعریف کی نیت سے ''سید الفقراء والمساکین'' کہا۔اور ظاہر ہے کہ اس کے معنیٰ ''فقراء والمساکین کے سردار، فقراء ومساکین کے آقا'' ہیں اور یہ درست ہے، سیاق کلام بھی اس کا موئید ہے اور قائل کی نیت بھی صحیح ہے۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد فیض الرسول رضوی

(اس فتوی پر مفتیان کرام کے تاثرات وتصدیقات)

(۱) (رئیس دارالافتاء وشیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ حضرت علامہ مولانا محمد اسماعیل مدظلہ العالی کی تصدیق وتائثرات، کراچی، پاکستان)

مولانا موصوف نے محنت اور تحقیق سے اپنے جواب کو مدلل کیا ہے اور سوال میں مذکور الفاظ کی شرعی نوعیت کو واضح کیا ہے ہمارے نزدیک مولانا کی تحقیق درست ہے

محمد اسماعیل غفرلہ



(۲) حضرت مولانا مفتی منیب الرحمٰن صاحب، دار العلوم نعیمیہ کراچی، پاکستان)

حضرت علامہ مفتی فیض الرسول رضوی کا تحریر کردہ فتویٰ ماشاء اللہ مدلل و مبرہن ہے، وہ الحمدللہ مسائل میں تحقیق و تدقیق کا عمدہ ملکہ اور مہارت تامہ رکھتے ہیں، علوم عالیہ و آلیہ میں انہیں پہلے ہی ید طولیٰ حاصل تھا، اب انہوں نے افتاء و تحقیق مسائل پر توجہ دینی شروع کی ہے، میری گزارش ہے کہ وہ تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف پر بھی بھرپور توجہ دیں، اس شعبے میں اہلسنت و جماعت کے ہاں بالخصوص مسائل جدیدہ میں کافی خلا ہے، وہ وفور علم کے باوجود متواضع و متوازن مزاج کے حامل ہیں اور غرور علم کا شائبہ تک ان کی شخصیت میں نظر نہیں آتا، اللہ تعالیٰ انہیں نگاہ بد و حاسدین سے محفوظ رکھے، میں اس فتویٰ کی مکمل تائید کرتا ہوں، یہ صائب ہے۔

مفتی منیب الرحمٰن
مہتمم دار العلوم نعیمیہ
بلاک ۱۵ فیڈرل بی ایریا کراچی



(۳) حضرت مولانا مفتی محمد حسن حقانی صاحب، جامعہ انوار القرآن کراچی)

احقر نے بالاستیعاب مولانا محمد فیض الرسول رضوی صاحب کا تحقیق شدہ فتویٰ پڑھا۔ بہت پسند آیا۔ مختلف طور پر اس سلسلے میں جو دلائل مولانا نے تحریر فرمائے ہیں وہ ان کی وجاہت علمی کا بین ثبوت ہے۔ مولانا نے فتویٰ اردو میں حتی الوسع رسم المفتی کو احسن طریقے سے نبھایا ہے میں ان کی تحسین و تائید اور توثیق کرتا ہوں

2 3/6

محمد حسن حقانی
پرنسپل جامعہ انوار القرآن جامع مسجد مدنی
گلشن اقبال بلاک نمبر ۵ کراچی

فتوی نمبر (21)

گناہ کے اظہار کی جائز صورت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ اگر کوئی شخص اچھے ماحول کی برکت سے اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کرلیتا ہے۔ جیسے ڈاکو ڈاکہ زنی سے، چور چوری کرنے سے، بے نمازی نماز ترک کرنے سے وغیرہ، تو کیا وہ لوگوں کو اچھے ماحول کے قریب کرنے کے لئے اپنے حوالے سے اس طرح کہہ سکتا ہے کہ ''میں فلاں گناہ کرتا تھا اس گناہ سے اچھے ماحول کی برکت سے تائب ہوا'' جبکہ گناہ کا اظہار بھی گناہ ہے لیکن اس کی نیت لوگوں کو اچھے ماحول کے قریب کرنے کی ہے؟

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

گناہ کا اظہار کرنا گناہ پر دلیری و جرأت کے طور پر ہو تو ممنوع و ناجائز ہے یونہی بلاضرورت ہو تو بھی ممنوع ہے اور ضرورتِ شرعی یا کسی مقصدِ حَسَنہ (یعنی اچھے مقصد) کے حصول کے تحت ہو تو جائز ہے۔ کما ھو شائع وذائع سلفاو خلفا۔

واللّٰہ تعالٰی اعلم ورسولہ عزّوَجلّ وصلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبـــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد طارق رضا عطاری المدنی

25صفر المظفر ۱۴۲۷ھ 15 مارچ ۲۰۰۶ء

فتوی نمبر (22)

گناہ دوبارہ نہیں لَوٹتا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ ایک شخص نے مجھ

پر زیادتی کی میں نے اسے معاف کردیا پھر کچھ عرصہ کے بعد اس نے دوبارہ میرے ساتھ کسی معاملے میں زیادتی کی تو میں نے اسے کہہ دیا کہ ”**میں نے تمہیں پچھلا بھی معاف نہیں کیا**“ تو کیا اس طرح کہنے سے اس کا گناہ دوبارہ لوٹ آتا ہے؟ سائل۔غلام رسول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

صورتِ مسئولہ میں جبکہ ایک دفعہ معاف کردیا تو دوسری مرتبہ کسی معاملے میں زیادتی کرنے سے اس کا پچھلا گناہ لوٹ کرنہیں آتا اگرچہ یہ کہہ دیا ہو کہ میں نے وہ بھی معاف نہیں کیا۔

واللّٰہ تعالٰی اعلم ورسولہ عزَّوَجلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

ابو الصالح محمد قاسم القادری

10 جمادی الاول ۱۴۲۸ھ۔27مئی ۲۰۰۷ء

فتوی نمبر (23)

شِرک سب سے بڑا گناہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے اور کیا اس کی معافی بھی ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃالحق والصواب

سب سے بڑا گناہ شرک ہے یعنی **اللہ** تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کوشریک ٹھہرانا ہے۔اس گناہ سے بھی معافی مل سکتی ہے کہ اگر بندہ زندگی میں سچے دل سے اس گناہ سے معافی مانگ لے اور آئندہ شرک سے باز آجائے تو ربّ تعالیٰ کی ذات اس گناہ کو بھی معاف فرمانے والی ہے۔سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مجددِ دین وملت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ

الرحمٰن سچی توبہ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''سچی توبہ اللہ عزَّوَجلَّ نے وہ نفیس شے بنائی ہے کہ ہر گناہ کے ازالہ کو کافی ووافی ہے کوئی گناہ ایسا نہیں کہ سچی توبہ کے بعد باقی رہے یہاں تک کہ شرک وکفر۔ سچی توبہ کے یہ معنی ہیں کہ گناہ پر اس لیے کہ وہ اس کے ربّ عزَّوَجلَّ کی نافرمانی تھی نادم و پریشان ہو کر فورا چھوڑ دے اور آئندہ کبھی اس گناہ کے پاس نہ جانے کا سچے دل سے پورا عزم کرے جو چارۂ کار اس کی تلافی کا اپنے ہاتھ میں ہو بجالائے۔''

(فتاوی رضویہ، ج۲۱، ص۱۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ عزَّوَجلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــــــہ

محمد عقیل رضاالعطاری المدنی

7 ذی قعدہ ۱۴۲۶ھ 10 دسمبر 2006ء

فتویٰ نمبر (24)

لڑکا لڑکی کی آپس میں دوستی کروانا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ کسی لڑکے اور لڑکی کے ناجائز تعلقات ہیں، اور لڑکے کے دوست دونوں (لڑکے اور لڑکی) کی ملاقات کرانے میں اس کی مدد کرتے ہیں تو ان دوستوں پر شرعا کیا حکم ہے؟ اور اس گناہ سے بری الذِّمہ ہونے کی کیا صورت ہوگی؟ سائل: محمد اسماعیل رضا عطاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

لڑکا، لڑکی اور لڑکے کے دوست، سب سخت گنہگار اور فاسق وفاجر ہیں اور سب پر اپنے اس گناہ سے توبہ واجب ہے کہ جوان اَجْنَبِیَّہ عورت سے خَلْوَت، اس سے تنہائی میں باتیں کرنا

حرام ہے۔ چنانچہ سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ارشاد فرماتے ہیں: ''خلوت اجنبیہ کے ساتھ حرام ہے، احادیث امیر المومنین حضرت سیدنا عمر وعبداللہ بن عمرو جابر بن سمرہ وعامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں مرفوعاً وارد ہے:

'' اَلَا لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ اِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَاالشَّيْطَانُ.'' (جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب فی لزوم الجماعۃ، الحدیث ۲۱۷۲، ج ٤، ص ٦٧)

یعنی سن لو آگاہ ہو جاؤ کہ کوئی مرد کسی غیر محرم عورت کے پاس اکیلا نہیں ہوتا مگر حال یہ ہوتا ہے کہ تیسرا ان کیساتھ شیطان ہوتا ہے۔

(فتاوی رضویہ، ج ۲۲، ص ۲۳۵)

ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں: ''اور جو عورت اجنبیہ اِن دونوں صورتوں سے جدا ہے، وہ محل اندیشہ وفتنہ ہے اس سے خلوت حرام ہے، اس سے تنہائی میں باتیں کرکے نفس خوش کرنا یہ خود صریح حرام اور شیطانی کام ہے۔'' (ملتقطاً فتاوی رضویہ، ج ۲۲، ص ۲۰۸)

اور ظاہر ہے کہ فعلِ حرام پر مدد کرنا بھی حرام کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (پ: ٦ سورۃ المائدۃ، آیت: ٢)

ترجمۂ کنز الایمان: ''اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔''

حضرت حکیم الامت سیدنا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی **تفسیر نور العرفان** میں اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ''اس سے معلوم ہوا گناہ کی مدد کرنا بھی گناہ ہے، چوری کرنا، چوری کرانا، چوری کا مال گھر میں رکھنا سب جرم ہیں۔''

مذکورہ گناہ سے بری ہونے کی صورت یہ ہے کہ تمام دوست اپنے اس گناہ پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں سچے دل سے توبہ کریں اور آئندہ گناہوں پر مددگار نہ بننے کا رب کی بارگاہ میں سچا وعدہ کریں ان شاء اللہ وہ غفور رّحیم ضرور خطاؤں کو معاف

فرمائے گا کہ اس کو اپنے بندہ کا، اپنی بارگاہ میں جھکنا اور اس کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے عاجزی وانکساری کا اظہار کرنا بہت پسند ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم ورسولہ عزّوَجلّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبـــــــــــہ

محمد سجاد العطاری المدنی

14 شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ 28 اگست 2007ء

فتوی نمبر (25)

توبہ کی شرائط

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ توبہ کی کتنی شرائط ہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے توبہ کی تین شرائط بیان کی ہیں: (1) جو گناہ ہو گیا اس پر شرمندہ ہو (2) زمانۂ حال میں اس فعل کو ترک کر دے (3) آئندہ (یعنی مستقبل میں) اس فعل سے باز رہنے کا پکا ارادہ ہو۔ یہ اس وقت ہے جب توبہ کا معاملہ بندے اور **اللہ** عزّوَجلّ کے درمیان ہو جیسا کہ شراب پینا اور اگر ایسا گناہ ہو کہ جس میں حقوق اللہ سے تجاوز ہو جیسا کہ نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنا تو اس میں توبہ کی صورت یہ ہے کہ اس زیادتی پر پہلے نادم ہو اور آئندہ اس کو فوت نہ کرنے کا پکا ارادہ کرلے جو نمازیں فوت ہوں ان سب کی قضا کرے اور اگر وہ گناہ ایسا ہو جس کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہو جیسا کہ ظلماً کسی کا مال دبا لینا تو اس صورت میں توبہ کی صحت اس پر موقوف ہوگی کہ مال کی ادائیگی کرے اور جس کا مال دبایا اس کو اس طرح سے راضی کرے کہ ان سے مکمل طور پر آزاد ہو جائے یا اگر وہ نہ ہوں تو انکی طرف سے اس مال کو کسی دوسرے کو دے دے یا کسی ایسے کو دے جو ان کا قائم مقام ہو اسی طرح اعلیٰ حضرت عظیم

البرکت عظیم المرتبت پروانۂ شمع رسالت مجدددین وملت شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ میں شرح فقہ اکبر کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

"قد نصوا علی ان ارکان التوبہ ثلثۃ :الندامۃ علی الماضی و الاقلاع فی الحال والعزم علی عدم العود فی الاستقبال ھذا ان کانت التوبۃ فیما بینہ و بین اللہ کشرب الخمر و اما ان کانت عما فرط فیہ من حقوق اللہ کصلوات و صیام و زکوٰۃ فتوبتہ ان یندم علی تفریطہ اولا ثم یعزم علی ان لا یعود ابدا و لوبتاخیر صلاۃ عن و قتھا ثم یقضی ما فاتہ جمیعا وان کانت مما یتعلق بالعباد فان کانت من مظالم الاموال فتتوقف صحۃ التوبۃ منھا مع ما قدمناہ فی حقوق اللہ تعالیٰ علی الخروج عن عھدۃ الاموال و ارضاء الخصم بان یتحلل منھم او یردھا الیھم او الی من یقوم مقامھم من وکیل او وارث." (شرح الفقہ الاکبر،ص۱۵۹،۱۵۸)

ترجمہ:"علماء کرام نے اس بات پر نص فرمائی کہ توبہ کے تین ارکان ہیں پہلے نمبر پر یہ کہ جو گناہ زمانہ ماضی میں ہوا اس پر نادم ہو اور دوسرے نمبر پر یہ کہ زمانہ حال میں اس فعل کو چھوڑ دے اور تیسرے نمبر پر یہ کہ آئندہ اس فعل (گناہ) سے باز رہنے کا پکا ارادہ ہو یہ اس وقت ہے جب توبہ کا معاملہ اس بندے اور اللہ عزوجل کے درمیان ہو جیسا کہ شراب پینا اور اگر ایسا گناہ ہو کہ جس میں حقوق اللہ سے تجاوز ہو جیسا کہ نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنا تو اس میں توبہ کی صورت یہ ہے کہ اس زیادتی پر پہلے نادم ہو اور آئندہ اس کو نہ کرنے کا پکا ارادہ کرلے اگرچہ کچھ نمازیں تاخیر سے پڑھی ہوں پھر جو جو فوت ہوں ان سب کی قضا کرے اور اگر وہ گناہ ایسا ہو جس کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہو جیسا کہ ظلماً کسی کا مال دبا لینا تو اس صورت میں توبہ کی صحت اس پر موقوف ہوگی کہ مال کی ادائیگی کرے اور جس کا مال دبایا اس کو اس طرح سے راضی کرے کہ ان سے مکمل طور پر آزاد ہو جائے یا (اگر وہ نہ ہوں تو) انکی طرف سے اس مال کو کسی دوسرے کو دے دے یا کسی ایسے کو دے جو ان کا قائم مقام ہو جیسا کہ وکیل یا وارث۔" (فتاوی رضویہ، ج۲۱،ص۱۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبـــــــــــہ

ابومحمد علی اصغر العطاری المدنی

22شوال المکرم ۱۴۲۷ھ 15 نومبر 2006ء

ماٰخذ و مراجع

نمبر شمار	کتاب	مصنف	مطبوعہ
(۱)	قرآن مجید	کلام باری تعالیٰ	مکتبۃ المدینہ کراچی
(۲)	ترجمہ کنز الایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	مکتبۃ المدینہ کراچی
(۳)	تفسیر نور العرفان	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	پیر بھائی کمپنی لاہور
(۴)	صحیح البخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۵)	صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	دار ابن حزم بیروت
(۶)	جامع الترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	دار الفکر بیروت
(۷)	سنن ابو داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	دار احیاء التراث العربی بیروت
(۸)	سنن ابن ماجہ	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	دار المعرفہ بیروت
(۹)	المعجم الکبیر	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	
(۱۰)	الترغیب والترھیب	امام زکی الدین عبد العظیم عبد القوی منذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	
(۱۱)	کنز العمال	علامہ علی متقی بن حسام الدین برہان پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
(۱۲)	الزھد لامام احمد بن حنبل	حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	دار الفکر بیروت
(۱۳)	شرح الفقہ الاکبر	امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	باب المدینہ کراچی
(۱۴)	الدر المختار	حضرت علامہ علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	
(۱۵)	جامع البیان العلم وفضلہ		
(۱۶)	العلم والعلماء	حضرت سیدنا امام محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	
(۱۷)	الحدیقۃ الندیۃ	امام عارف باللہ سیدی احمد زروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	مکتبہ نوریہ فیصل آباد
(۱۸)	فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
(۱۹)	الملفوظات	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	حامد اینڈ کمپنی لاہور
(۲۰)	فتاویٰ افریقہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	نوری کتب خانہ لاہور
(۲۱)	بہار شریعت	صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	مکتبۂ رضویہ کراچی
(۲۲)	فتاویٰ مصطفویہ	حضرت علامہ مولانا مصطفےٰ رضا خان نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	شبیر برادرز لاہور
(۲۳)	فتاویٰ ملک العلماء	حضرت علامہ مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	المجمع الرضوی بریلی
(۲۴)	بشیر القاری	امام النحو حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	باب المدینہ کراچی
(۲۵)	علم کی حقیقت	حضرت سیدنا امام محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	

فہرست